تحیۃ الوضو کی فضیلت

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَّتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ وُضُوْءَهٗ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيُصَلِّى رَكْعَتَيْنِ مُقْبِلًا عَلَيْهَا بِقَلْبِهٖ وَ وَجْهِهٖ اِلَّا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ .

[رواہ مسلم]

''عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کوئی مسلمان ایسا نہیں جو اچھی طرح وضو کرے۔ پھر دو رکعت نماز پوری توجہ سے پڑھے۔ مگر اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔''

دین کے بنیادی اصول ۳۶

اصول نمبر 37:...... وَلَا يَحِلُّ قِتَالُ السُّلْطَانِ وَلَا الْخُرُوْجُ عَلَيْهِ لِاَحَدٍ مِنَ النَّاسِ ، فَمَنْ فَعَلَ ذَالِكَ فَهُوَ مُبْتَدِعٌ عَلٰى غَيْرِ السُّنَّةِ وَالطَّرِيْقِ۔

''کسی کو حاکم سے لڑنا اور اس کے خلاف خروج جائز نہیں، جس نے ایسا کیا وہ بدعتی ہے، سنت اور صحیح راہ پر نہیں۔''

شرح عقیدہ طحاویہ میں فرماتے ہیں: حکمرانوں کے ظالم ہونے کے باوجود ان کی اطاعت اس لیے لازم ہے کہ خروج سے ان کے ظلم کی نسبت کئی گنا زیادہ فساد برپا ہوتا ہے، بلکہ ان کے ظلم پر صبر کرنے سے گناہ ختم ہوتے ہیں، اور اجر میں اضافہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے حکمران ہمارے اوپر ہمارے برے اعمال کی وجہ سے مسلط کیے ہیں، کام کے مطابق ہی بدلہ ملتا ہے، ہمیں توبہ و استغفار کے ساتھ ساتھ اپنے اعمال کی اصلاح کی کوشش بھی کرنی چاہیے۔ [شرح عقیدہ طحاویہ: ۳۸۱]

شــــرح: حکمرانوں کے خلاف خروج سے بہت فساد پیدا ہوتا ہے، اس سے فتنے، قتل عام اور ظلم ہوتا ہے۔ اسی طرح دین دار، اہل علم اور مومنوں نیز نیک لوگوں کی رسوائی ہوتی، جب کہ بے شمار مفاسد جنم لیتے ہیں۔ پہلے زمانوں میں اس کا بہت تجربہ ہوا ہے، حجاج کی حکومت میں اس کے خلاف جن لوگوں نے خروج کیا تھا، مثلاً: جب ابن اشعث نے امیر المومنین عبد الملک کی بیعت سے ہاتھ کھینچا، اس نے عراق کے حاکم کی اطاعت سے بھی ہاتھ کھینچا، اور اس کے ساتھ بہت لوگ جمع ہو گئے، حتیٰ کہ ان میں اپنے وقت کے تابعین علماء بھی خاصی تعداد میں تھے، نتیجہ یہ نکلا کہ حجاج نے جب ان کے خلاف فوج اکٹھی کی تو یہ لوگ بکھر گئے اور بہت بڑی تعداد قتل ہوئی۔ بچ جانے والوں میں سعید بن جبیر رحمہ اللہ بھی تھے۔

اسی طرح شہہ سوار، جنگ جو اور عظیم فاتح قتیبہ بن مسلم ہیں، جب انہوں نے سلیمان بن عبد الملک کی اطاعت سے ہاتھ کھینچا تو جنگ چھڑ گئی حتیٰ کہ قتیبہ قتل کر دیے گئے۔ حافظ ابن کثیر کہتے ہیں: ان پر یہ حدیث منطبق ہوتی ہے: ''جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ اس کی گردن کسی کی بیعت میں نہ تھی وہ جاہلیت کی موت مرا۔'' لیکن ان کے لیے رحمہ اللہ کہا جائے گا، کہ ان کا جہاد میں بہت بڑا کردار ہے، نیز بے شمار شہروں سندھ اور روس وغیرہ کے فاتح بھی ہیں۔

اسی طرح ابن مہلب ہیں، جب انہوں نے بھی اطاعت سے ہاتھ کھینچا اور کوشش کی کہ حکومت اچھے طریقے سے کی جائے، اس سے بھی فتنہ کھڑا ہوا۔ اسی طرح بنو امیہ کے آخری دور میں زید بن علی بن الحسین نے خروج کیا، انہوں نے کوشش کی کہ ان کو حکومت مل جائے، لہٰذا انہیں قتل کر دیا گیا اور ان کے ساتھیوں پر ظلم کر کے قتل کر دیا گیا۔

اسی طرح منصور کی خلافت میں محمد بن علی بن حسن اور ان کے بھائی عباس دو علویوں نے خروج کیا، ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ پر بہت لوگوں کی بہت بڑی تعداد نے بیعت کی لیکن آخر کار انہیں بھی قتل کر دیا گیا۔

بہر حال حکمرانوں کے خلاف خروج جائز نہیں، اس لیے کہ اس سے نیک لوگ کمزور ہوتے ہیں اور ان کی رسوائی ہوتی ہے۔ یہ بات معلوم ہی ہے کہ حکمرانوں کے ہاتھ میں اختیارات ہوتے ہیں، لہٰذا نافرمانی کے علاوہ ان کی اطاعت واجب لیکن ان کے خلاف خروج حرام ہے۔ البتہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: ''سوائے یہ کہ تم ان میں کوئی واضح کفر دیکھو اور تمہارے پاس ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کے ہاں واضح دلیل موجود ہو۔'' [صحیح بخاری: ٧٠٥٦۔ صحیح مسلم: ١٨٤١] یہ حکم مختلف ہے۔ مزید یہ کہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا: کیا ہم ان سے جنگ نہ کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا تھا: ''نہیں جب تک وہ تم میں نماز قائم رکھیں۔'' [صحیح مسلم: ١٤٨٠]

لہٰذا جب تک نماز قائم رکھیں اور اسلامی شعائر کا اظہار کریں، خواہ ان میں کچھ غلطیاں اور نقائص بھی موجود ہوں اور انہیں گناہوں پر خبردار بھی کیا جاتا ہو، پھر بھی یہ جرائم ان کے خلاف خروج کا سبب نہیں ہو سکتے۔

فہرست

اصل چہرہ

اداریہ — حافظ احمد شاکر

ڈاکٹر عافیہ کو سزا سنائی جا چکی، حکومتی بزرجمہر اور شاطر سیاست دان اب لکیر پیٹنے لگے ہیں۔ اہل درد، قانون سے باخبر، حکومتی بے نیازی کے واقف کار اور عالمی سیاست کا ادراک رکھنے والے ایک عرصہ سے اخبارات کے مضامین اور کالموں میں واویلا مچا رہے تھے کہ ڈاکٹر عافیہ کے لیے حکومت کوئی مثبت قدم اٹھائے، قانونی اقدامات کرے اور امریکہ سے قیدیوں کے تبادلے کا معاہدہ کرے جس کے سائے تلے ڈاکٹر عافیہ وطن منتقل ہو سکے۔ لیکن وزارت خارجہ نے اگر کوئی سرگرمی دکھائی ہوتی یا کسی حکم ران کے کان پر کوئی جوں تک رینگی ہوتی تو میڈیا اور اخبارات کے ذریعے یہ خبریں یقیناً شہ سرخیوں سے اخبارات میں آ گئی ہوتیں۔ اگر اب تک کوئی خبر نہیں آئی تو اس کا معنی یہی سمجھنا چاہیے کہ سانپ گزر چکا اب نمبرٹا نگنے کے لیے یہ سارے سیاست دان اور حکمران لکیر پیٹ رہے ہیں۔

۹/۱۱ کے بعد برسر اقتدار حکم ران نے امریکا کے چشم ابرو کے اشارے پر جس طرح خود سپردگی کا مظاہرہ کر دیا تھا جو کہ اس کی بھی توقع سے بہت زیادہ تھا کہ اس کے سارے مطالبے پلک جھپکتے ہی منظور کر لیے تو اس کے بعد طوق غلامی ڈالنے میں امریکا تاخیر کیوں کرتا؟ جب اس نے جو چاہا وہ سب اس کو کچھ مل گیا تو پھر اپنے حسن انتخاب پر اس کو اترانا ہی چاہیے تھا اور **ھل من مزید** (Do More) کا مطالبہ بھی کرنا چاہیے تھا اس لیے کہ اس نے اپنے نادر انتخاب سے جو مطالبے تسلیم کرائے اور منوائے اس میں یہ بھی تھا کہ جس کے بھی قلب میں روح محمد (ﷺ) ہے اس کو امریکا کے حوالے کر دو۔ چناں چہ نامشرف دور حکومت میں دسیوں بیسیوں نہیں سینکڑوں افراد امریکا کے حوالے کر دیئے گئے تھے جوانوں کے علاوہ ان میں خواتین، بوڑھے اور بچے بھی تھے۔ ڈاکٹر عافیہ بے چاری کو بھی اسی دور میں ایسے ہی جھوٹے الزامات کے تحت جو کہ اصل مفروضے تھے، پکڑوایا گیا تھا اور آج ۲۷/اکتوبر کے اخبارات میں ڈاکٹر عافیہ کے خلاف تفصیلی فیصلے میں یہ بلی بھی تھیلے سے باہر آ ہی گئی کہ ڈاکٹر عافیہ کا اصل جرم سیاسی تعصّبات ...... جسے ہم کھلے لفظوں میں صلیب سے نفرت کہہ سکتے ہیں ...... تھے۔ یہ ہے دنیا بھر میں جمہوریت کے نام نہاد چیمپئن اور بین المذاہب ہم آہنگی کے داعی کا اصل چہرہ۔

۹/۱۱ کے بعد سے دیکھا جائے تو صلیب نے اپنے بغض کے اظہار میں کبھی تکلف سے کام نہیں لیا۔ بش نے ایک سے زیادہ مرتبہ نام نہاد دہشت گردی کی اسی جنگ کو صلیبی جنگ کہا لیکن ہمارے حکمران بلکہ سیاست دان صلیب کے خود تسلیم کرنے کے بعد بھی اس صلیبی جنگ کو دہشت گردی کی جنگ ہی کہتے رہے۔ اب تک کسی ایک بھی دینی وسیاسی جماعت یا اس کے قائد کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ وہ اسے صلیب یعنی کفر واسلام کی جنگ کہے، کیوں؟ کوئی ولی نعمت کو ناراض نہیں کرنا چاہتا اور کوئی روشن مستقبل کی آس ختم نہیں کرنا چاہتا۔

افسوس ناک بات یہ ہے کہ موجودہ حکومت بھی انکل سام کی خدمت میں پہلے حکمرانوں سے زیادہ مستعد اور سابقہ حکومت ہی کے اختیار کردہ راستے پر رواں دواں ہے۔ چناں چہ خواجہ خالد، جو لاپتا افراد کی تلاش میں سب سے زیادہ سرگرداں اور ان کے ورثاء کے عملاً شریک غم تھے بھی پہلے لاپتا ہوئے پھر ان کے جاں بحق ہونے کی خبر آئی جس کی حکومتی حلقوں کی طرف سے تصدیق بھی ہو گئی۔ ایسے ہی کراچی سے ایک بااثر شخصیت کے ملنے والے بھی غائب ہوئے تھے لیکن وہ ''اثر پذیری'' کی ''برکت'' سے بازیاب ہو گئے۔ اسی طرح اور بھی بعض ڈاکٹر زحضرات غائب ہیں شاید کوئی ایک دو بازیاب بھی ہو گئے ہوں گے اور بعض ابھی تک لاپتہ ہی ہیں۔ دل چاہتا ہے کہ برسر اقتدار طبقہ سے سوال کیا جائے کہ آپ کا یہ روّیہ باجگزاروں کا رویہ ہے؟ وعدے نبھا رہے ہیں یا عہد وفا کی لاج رکھے ہوئے ہیں یا یہ کسی اور چیز کا حصہ ہے؟

کیا اس مغربی عشوہ طراز کی تاریخ میں آپ ایک بھی وفا کی مثال پیش کر سکتے ہیں؟ کیا خیال ہے کہ یہ آپ سے وفا کرے گا؟ کیا اس کی بے وفائی اور طوطا چشمی آپ پر آشکار ہے؟ اگر ہے تو پھر حضرات گرامی! آپ اس کی بجائے اپنے اللہ سے وفا کریں، اس کے رسول سے وفا کریں، اپنے دین سے وفا کریں، اپنے ملک سے وفا کریں، ملک کے قانون سے وفا کریں، اور اپنے ملک کے عوام سے وفا کریں۔ آپ کس بے وفا، بدعہد، خود غرض اسلام دشمن اور کینہ پرور سے وفا کا تکلف کر رہے ہیں؟ اور کس لیے کر رہے ہیں؟ صرف چند ٹکوں کی خاطر؟ جو اگلے جہان جاتے ہوئے بالآخر آپ کو چھوڑنے ہی پڑیں گے؟

بتوں سے تجھ کو امید خدا سے نو امیدی — مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے؟

پرویز مشرف نے اپنی کتاب میں امریکا مطلوب افراد کی حوالگی کا اعتراف جس ڈھٹائی اوراس کے عوض رقوم کی وصولی کا ذکر جس مجرمانہ دلیری سے کیا ہے وہ ملت سے غداری کا ایک نادر اقرار ہے۔ واضح رہے کہ ڈاکٹر عافیہ کے علاوہ بھی سینکڑوں افراد لاپتا ہوگئے تھے جن میں سے بعض کو عدالت عظمیٰ نے برآمد کرلیا اور کچھ ہنوز لاپتا ہی ہیں۔ ہماری موجودہ جمہوری حکومت میں بھی بعض افراد کے غائب ہونے کی خبریں آتی رہیں لیکن عافیہ خوش قسمت ہیں کہ ان کے لیے اتنی شدت سے احتجاج ہورہا اور آوازیں اٹھ رہی ہیں دیگر غائب شدہ افراد کی اکثریت کے ناموں ہی سے ہم واقف نہیں۔

دیکھئے تاریخ کا دھارا کس طرح الٹا بہنے لگا ہے کہ سندھ کی بیٹی کی ایک پکار پر عرب کے صحرا سے محمد بن قاسم اٹھ کر پہنچ گیا تھا اور اس نے کفر کی اینٹ سے اینٹ بجادی تھی اب سندھ ہی سے ایک بنت الاسلام کو نام کے مسلمان حکمران نے اغوا کرکے کافروں کے حوالے کردیا ع تفو اے چراغ گردوں تفو

گزشتہ اشاعت میں محترم اوریا مقبول جان کے کالم ''تورا بورا کس کا بنا'' میں بتائے گئے اعداد وشمار کے مطابق افغانستان کے مسلمان بھائی افغانستان میں امریکی فوج کشی کو کفر واسلام کی جنگ جان کر مقابلہ بلکہ ناکوں چنے بھی چبار ہیں اور کفار سے جنگ کو حصولِ شہادت کا ذریعہ قرار دے کر اس سے برسرِ پیکار بھی ہیں جب کہ امریکا ناکامی کے بعد اب وہاں سے بھاگنے کے راستے تلاش کررہا ہے۔ اس نے تو دنیا بھر میں عموماً اور پاکستان میں خصوصاً قتل وغارت کا جو بازار گرم رکھا ہے وہ صرف اور صرف اسلام دشمنی کا مظہر اور نیو ورلڈ آرڈر کی شقِ مسلم کشی کا مقصد لیے ہوئے ہے۔ ٦٥ کی جنگ میں جنرل ایوب خاں مرحوم نے جب اپنی مختصر ترین تقریر میں بھارت سے جنگ کو جہاد کہا تو پاکستانی مسلمان کس طرح دیوانہ وار اس جنگ میں شرکت کی خواہش کرنے لگے تھے۔ اور پھر افغانستان میں روس کی فوج کشی کے وقت جب ضیاء مرحوم نے اس کے لیے لفظ جہاد استعمال کیا تو آپ دیکھیں کہ دنیا بھر سے مسلمان ان پہاڑوں میں کس طرح اُمڈ پڑے۔ اور مجاہدین نے روس کو جس کی دہشت سے امریکہ بھی لرزاں تھا، کس طرح تاراج بلکہ دنیا کے نقشے سے نیست ونابود کرکے دکھادیا۔ جنگ افغانستان میں اپنے بڑے دشمن کو ختم کرنے کے لیے امریکا نے پاکستان یا مسلمانوں کو ذریعہ بنایا، یا پاکستانی حکومت نے مسلم افغانستان پر لشکر کشی کی سزا کے طور روس کی بیخ کنی کے لیے امریکا کو استعمال کیا یہ الگ موضوع ہے جس میں رائے کا اختلاف ہمیشہ باقی رہے گا لیکن اس وقت مقصود صرف یہ ہے کہ ہمارے سیاسی ودینی جماعتوں کے قائدین اور حکمران اپنی سرزمین پاکستان پر لڑی جانے والی صلیبی جنگ کو جب تک امریکی بلکہ صلیبی جنگ قرار نہیں دیتے اس وقت تک سرزمین پاکستان بے گناہوں کے خون سے سرخ ہوتی رہے گی، ہمارے بچے یتیم اور والدین بے سہارا ہوتے رہیں گے ہماری بیٹیوں کے سہاگ اجڑتے رہیں گے اور ہماری بیٹیاں اپنے بھائیوں کے لیے روتی ہی رہیں گی۔

ذاتی اور جماعتی صدمہ:

رمضان المبارک کے تیسرے عشرے یعنی جہنم سے آزادی کے عشرہ میں ہمارے ایک بہترین، صالح مخلص، وفا شعار دوست اور دارالدعوۃ السّلفیہ کی مجلس عاملہ کے ایک متحرک رکن عمران حمید مرزا چند ہفتوں کی پیچیدہ علالت کے بعد انتقال کرگئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

یہ سب کچھ اس تیزی سے ہوا کہ ہاتھوں سے دفن کرنے کے باوجود ابھی تک طبیعت امر واقعہ کے تسلیم کرنے سے انکاری ہے۔ ہمارا یہ دوست اس تیزی کے ساتھ رخصت ہوا کہ ہم سب ابھی تک حالت استعجاب میں ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

ان سے ہمارے خاندانی تعلق کی مدت نصف صدی سے زیادہ ہے۔ ان کے والد مرحوم مرزا عبدالحمید صاحب رحمہ اللہ بانی الاعتصام کے مخلص نیاز مندوں سے تھے، دارالدعوۃ السّلفیہ کی تشکیل اور الاعتصام کی نشأۃ ثانیہ سے پہلے مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ نے مقامی بچوں کے حفظ قرآن کے لیے ١٩٦٤ء میں مدرسہ مصباح القرآن قائم کیا تھا۔ پھر ٦٩ء میں الاعتصام کی اشاعت کی ذمہ داری جب دوبارہ اس کے بانی کے سرآن پڑی اور پھر جب دارالدعوۃ السّلفیہ کا قیام عمل میں آیا ان سب مراحل میں مرزا عبدالحمید دامے، درمے، سخنے مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کے شانہ بہ شانہ اور قدم بہ قدم چلتے رہے۔ ان کے انتقال کے بعد چند سالوں سے مرحوم عمران مرزا نے مجلس عاملہ میں شامل ہوکر الاعتصام اور دارالدعوۃ السّلفیہ کے لیے بڑے اخلاص سعی وکوشش کرتے رہیں۔ ان کی عمر یہی کوئی ستاون برس تھی، کاروبار ان کا پریس کا تھا، قرآن کی تلاوت کا خاص ذوق تھا۔ دینی کتب کے مطالعہ سے اپنے شوق سے ہسپتال روڈ کی ٹمبر مارکیٹ میں کئی سال خطبہ جمعۃ المبارک بھی پڑھا رہے تھے، جماعت کے تبلیغی وتنظیمی امور کے لیے اپنا بہت سا وقت دیتے اور حسب توفیق اللہ کی راہ میں خرچ بھی کرتے تھے۔

انہوں نے بوڑھی والدہ، اہلیہ، تین بیٹیوں اور دو بیٹوں کے علاوہ اپنے جماعتی رفقاء کو سوگوار چھوڑا ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کی بشری لغزشیں معاف فرمائے، ان کے درجات بلند کرے اور رمضان المبارک کے عشرۂ جہنم سے آزادی کی برکت سے ان کو سیدھا جنت الفردوس میں داخل فرمائے، آمین۔

تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے — ویراں ہے میکدہ خم وساغر اداس ہیں

درس قرآن

قسط نمبر ⑩

تفسیر سورۂ ق

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

﴿ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ ۝ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ۝ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ۝ ﴾ [ق: ٩-١١]

"اور ہم نے آسمان سے بابرکت پانی نازل کیا، پھر اس سے باغات اور اناج کے کھیت اور بلند وبالا کھجور کے درخت پیدا کیے، جن پر پھلوں سے لدے ہوئے خوشے تہ بہ تہ لگتے ہیں، بندوں کے رزق کے لیے، اس پانی سے ہم مردہ بستی کو زندگی بخشتے ہیں اسی طرح لوگ بھی قبروں سے نکل اٹھیں گے۔"

ان سے پہلی دو آیاتِ مبارکہ میں حیات بعد الممات پر زمین اور آسمان کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے حوالے سے استدلال تھا، اب ان دونوں آیات میں زمین وآسمان کے مابین اشیاء کی تخلیق وتنزیل سے استدلال ہے کہ ہم نے آسمان سے مائے مبارک نازل کیا، ہمارے علاوہ اسے کوئی بھی نازل کرنے والا نہیں۔

﴿ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ۝ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ۝ ﴾ [الواقعة: ٦٨-٧٠]

"کیا تم نے کبھی دیکھا یہ پانی جو تم پیتے ہو، اسے تم نے بادل سے برسایا ہے یا اس کے برسانے والے ہم ہیں؟ ہم اگر چاہیں تو اسے سخت کھاری بنا دیں، تم کیوں شکرگزار نہیں ہوتے؟"

یہ مائے مبارک ہے، جس سے زمین میں زرخیزی آتی ہے، ایسا نہیں جس سے سیلاب اور تباہی آتی ہے اور قوموں کے لیے عذاب کا باعث بن جاتا ہے، اس کے بابرکت ہونے کی بنا پر رسول اللہ ﷺ اسے اپنے جسد اطہر پر ملتے تھے، چناں چہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَصَابَنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَطَرٌ، قَالَ: فَحَسَرَ ثَوْبَهُ حَتّٰى أَصَابَهُ مِنَ الْمَطَرِ، فَقُلْنَا لِمَ صَنَعْتَ هٰذَا؟ قَالَ: لِأَنَّهُ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِرَبِّهِ. [مسلم، رقم: ٨٩٨]

"ایک بار ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ ہم پر بارش برسنے لگی، تو آپ نے اپنا کپڑا بدنِ اطہر سے ہٹا دیا یہاں تک کہ آپ کے جسد اطہر پر بارش کا چھڑکاؤ ہونے لگا، ہم نے عرض کیا آپ نے ایسا کیوں کیا؟ فرمایا: اس لیے کہ یہ ابھی اپنے پروردگار کی طرف سے نئی نئی آئی ہے۔"

امّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب آسمان پر بادل نمودار ہوتا تو آپ تمام کام ترک کر دیتے اور یہ دعا کرتے:

((أَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا.))

"اے اللہ! میں اس کی تباہ کاریوں سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔"

اور جب بارش برسنے لگتی تو آپ فرماتے:

((أَللّٰهُمَّ صَيِّبًا هَنِيْئًا.))

اور ایک روایت میں نَافِعًا ہے۔ "اے اللہ! اسے نفع دینے والی بارش بنا۔" [ابوداؤد: ٥٠٩٩ وغیرہ]

سورۃ الفرقان (۴۸) میں بارش کے پانی کو ﴿مَآءً طَهُوْرًا﴾ پاک پانی فرمایا ہے، جو طاہر ومطہر ہے۔

﴿فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ﴾ پھر اس پانی کی بدولت ہم نے "جنات" باغات اور

اناج کے کھیت اُگائے۔ ﴿اَلْحَصِیْدِ﴾ "الحصد والحصاد" سے ہے جس کے معنی کھیتی کاٹنے کے ہیں۔ آیت کریمہ میں ہے:

﴿وَاٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ﴾

"اور جس دن کھیتی کاٹو تو اللہ کا حق بھی اس میں سے ادا کر دو۔"

﴿اَلْحَصِیْدِ﴾ کے معنی تباہی و بربادی بھی آئے ہیں اور یہاں ﴿حَبَّ الْحَصِیْدِ﴾ اناج کے کھیت مراد ہیں، جنہیں کاٹ کر محفوظ کر لیا جاتا ہے۔ اور اسی "مائے مبارک" سے ہم نے کھجور کے نہایت اونچے اور بلند و بالا درخت پیدا کیے۔

﴿بٰسِقٰتٍ﴾ بسق سے مشتق ہے اور "الباسق" کے معنی ہیں: بلندی میں اونچا چلے جانے والا، جس پر پھلوں کے لدے ہوئے تہ بہ تہ خوشے لگتے ہیں۔

﴿طَلْعٌ﴾ کے معنی آفتاب طلوع ہونے کے ہیں اور اسی سے کھجور کے گابھے اور خوشے پر بھی اس کا اطلاق ہوا ہے کہ وہ بھی کھجور کے درخت سے نکلتا ہے۔

اور ﴿نَضِیْدٌ﴾ کے معنی سامان کو قرینے اور سلیقے سے اوپر نیچے رکھنے کے ہیں۔ کھجور کا یہ گابھا اور خوشہ بھی تہ بہ تہ موتیوں کی طرح نہایت سلیقے سے جڑا ہوا ہوتا ہے۔

یہ مختلف قسم کے باغات اور قسم قسم کے اناج اور میوے سب اللہ تعالیٰ نے پیدا کیے ہیں۔ یہ نہ تمہاری تخم ریزی کا ایک مسلسل عمل ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی انہیں پیدا کرنے والا ہے:

﴿اَفَرَاَیْتُمْ مَا تَحْرُثُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ۝ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ۝﴾ [الواقعة: ٦٣-٦٥]

"کبھی تم نے خیال کیا کہ یہ بیج جو تم بوتے ہو، ان سے کھیتیاں تم اگاتے ہو یا ان کو اگانے والے ہم ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو ان کھیتیوں کو بھس بنا کر رکھ دیں اور تم طرح طرح کی باتیں کرتے رہ جاؤ۔"

اس لیے یہ سب اسی کے فیضان کا نتیجہ ہے، اور یہ اس لیے کہ ﴿رِزْقًا لِّلْعِبَادِ﴾ بندوں کو اس سے رزق ملے، اور زمین میں جو کچھ پیدا ہوتا ہے، بلکہ پورے آفاق میں جو کچھ بھی بنایا گیا ہے یہ سب انسان کے لیے ہے، ﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا﴾ اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی کا محتاج نہیں وہ سب کو کھلاتا ہے، خود کھانے پینے سے بے نیاز ہے۔"

﴿وهو یطعم ولا یطعم﴾ اور یہ رزق بلا تفریق سب انسانوں کے لیے ہے، البتہ عبد "منیب" رزق کھا کر ذاکر و شاکر بنتا ہے اور دوسرا حیوانوں کی طرح محض پیٹ بھرنے کے لیے کھاتا ہے۔

اس پانی سے مردہ زمین کو زندگی ملتی ہے۔ بنجر اور مردہ زمین پر بارش برستی ہے تو اسے زندگی مل جاتی ہے ہر سو ہریالی اور شادابی نظر آتی ہے۔ اسی حقیقت کا اظہار کئی مقامات پر ہوا، ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے:

"ان لوگوں کے لیے مردہ زمین ایک نشانی ہے، ہم نے اس کو زندگی بخشی اور اس سے غلہ نکالا جسے یہ کھاتے ہیں، ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کیے اور ان کے اندر سے چشمے جاری کیے، تاکہ یہ اس کے پھل کھائیں، یہ سب کچھ ان کے اپنے ہاتھوں کا پیدا کیا ہوا نہیں، پھر یہ کیوں شکر ادا نہیں کرتے؟" [یٰس: ٣٣-٣٥]

جس طرح پانی سے ہم مردہ زمین کو زندگی بخشتے ہیں، اسی طرح انسانوں نے بھی زمین سے نکلنا ہے، انسان دو اڑھائی من کا، پانچ چھ فٹ لمبا، زمین میں دفن کر دیا جاتا ہے۔ عزیز و اقارب بڑے احتیاط و اہتمام سے قبر میں اُسے اتار دیتے ہیں، مگر چند دنوں کے بعد یہ کیڑے مکوڑوں کی غذا بن جاتا ہے یا خود مٹی ہی اسے چٹ کر جاتی ہے، الا ماشاء اللہ۔

اسی زمین میں ایک ننھا منا رائی اور خشخاش کا بیج ہے یا دیگر جڑی بوٹیوں کا معمولی بیج ہے، مٹی کی تہ میں چھپا ہوتا ہے اور ایک مدت تک اسی طرح محفوظ رہتا ہے، وقت موعود پر بارش برستی ہے، یا اسے پانی ملتا ہے تو اس سے نرم و نازک کونپل نکلتی ہے، اور جڑی بوٹی یا پودے اور درخت کی شکل اختیار کر جاتا ہے، مضبوط و قوی ہیکل حضرت انسان کا وجود چند دنوں میں خاک میں ملا دینے والا اور ایک رائی اور خشخاش کو کئی ماہ، بلکہ

سال تک مٹی کی تہ میں محفوظ رکھنے والا کون ہے؟ جو ہستی دانۂ رائی اور چھوٹے چھوٹے بیجوں سے جڑی بوٹیاں اور درخت پیدا کرسکتی ہے وہ زمین میں ملے اور بکھرے ہوئے انسان کے اجزا کو از سر نو پیدا کرنے پر کیوں قادر نہیں؟ زمین کی حیات سے حیات بعد الموت پر یہ استدلال قرآنِ مجید میں کئی مقامات پر آیا ہے۔ ایک جگہ فرمایا:

﴿ وَ اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ﴾ [فاطر: ۹]

''اور اللہ وہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے، پھر وہ بادل اٹھاتی ہیں، پھر ہم اسے ایک مردہ شہر کی طرف لے جاتے ہیں اور اسی سے ہم مردہ زمین کو زندگی دیتے ہیں۔ (مرے ہوئے انسانوں کا قیامت کے دن) اسی طرح جی اٹھنا ہے۔''

احادیث میں اس کی وضاحت ہے کہ جب تمام جاندار قیامت کے دن ختم ہوجائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے نیچے سے بارش برسائیں گے۔ جسے ماء الحیاۃ کا نام دیا گیا ہے۔ بعض ضعیف روایات میں ہے کہ یہ بارش چالیس سال تک برستی رہے گی، تمام زمین پر بارہ ہاتھ تک پانی ہوگا، پھر دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو تمام اجساد جو ریڑھ کی ہڈی کی صورت میں محفوظ تھے، ان سے انسان کا دوبارہ وجود بنے گا اور تمام ارواح اپنے اپنے اجساد میں لوٹ جائیں گی۔ حافظ ابن کثیر نے النہایہ (ج:۱، ۱۸۹، ۱۹۳) میں اور علامہ القرطبی رحمہ اللہ نے التذکرہ میں ان احادیث و آثار کا تذکرہ کیا ہے۔

اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث شفاعت میں مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرمائیں گے کہ جو لا الہ الا اللہ کہتا تھا اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا تھا، اسے جہنم سے نکال لاؤ۔ چناں چہ وہ جہنم میں سے انہیں سجدہ کے اثر سے پہچانے گے، جہنم کی آگ نے انہیں جلا دیا ہوگا، مگر سجدہ کی جگہ یعنی پیشانی بچی ہوئی ہوگی۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم پر سجدہ کی جگہ کو جلانا حرام کردیا ہے، جہنم سے وہ نکالے جائیں گے، ان پر ماء الحیاۃ ڈالا جائے گا تو وہ دوبارہ صحیح ہوجائیں گے۔

[مسلم، رقم: ۴۵۱]

یوں گویا مردہ زمین بھی پانی کی برکت سے آباد و شاداب ہوتی ہے۔ پانی کی بدولت قبروں سے موتیٰ (مردوں) کو زندگی ملے گی اور پانی ہی کی بدولت جہنم کے جلے ہوؤں کو تر و تازگی حاصل ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ﴾ [الانبیاء: ۳۰]

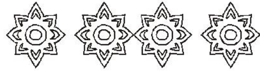
''اور ہم نے ہر زندہ چیز کو پانی سے زندگی بخشی۔''

اسی طرح ایک اور جگہ فرمایا:

﴿وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ﴾ [النور: ۴۵]

''اللہ نے ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا۔''

ہر دابہ کو نطفہ سے اور ہر شے جس میں حیات ہے اسے پانی کی بدولت زندگی ملی ہے۔ فرشتوں یا جنات کے بارے میں اگر ثابت ہوجائے کہ ان کے مادہ میں پانی کا عنصر نہیں تو وہ اس عام حکم سے مستثنیٰ قرار دیئے جائیں گے۔



عمران حمید مرزا کے سانحہ ارتحال پر تعزیت

ایک مخلص، جماعتی جذبہ سے سرشار شخص عمران حمید مرزا اپنے والد گرامی کی طرح نہایت مخلص بے لوث فعال شخصیت کے حامل تھے۔ جنہوں نے جیتے جی تمام زندگی جماعتی خدمت میں بسر کی۔ ان کے سانحہ ارتحال کے بارے میں سن کر سخت صدمہ ہوا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کوٹ رادھا کشن میں جامعہ محمدیہ قدوسیہ اور بعض دیگر مساجد میں ان کے لیے خصوصی دعائے مغفرت اور نماز جنازہ غائبانہ ادا کی گئی۔ مرحوم بہت سے خوبیوں سے متصف ایک باکردار انسان تھے اور میرے ساتھ ان کے برادرانہ بے تکلفی کے تعلقات تھے۔ میں اور میرے رفقاء ان کے اہل وعیال کے غم میں شریک ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ آمین ثم آمین

اللھم اغفرلہٗ وارحمہ وعافہ واعف عنہ، آمین

[پروفیسر عبدالحکیم سیف، کوٹ رادھا کشن]

درسِ حدیث

توفیق الباری

"الادب المفرد" للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات وفوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ

تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیوکرول شالامار باغ۔لاہور)

باب: من سأل الله العافية

اللہ تعالیٰ سے عافیت کا طالب ہونا

٧٤٥. عن أوسطِ بنِ إسمٰعيلَ قال: سمعتُ أبا بكرٍ الصِّدِّيق رضى الله عنه بعدَ وفاةِ النبيِّ ﷺ قالَ: قَامَ النَّبِيُّ ﷺ عَامَ أَوَّلَ مَقَامِيْ هٰذَا ـ ثُمَّ بَكَىٰ أبوبكر ـ ثمّ قالَ: ((عَلَيْكُمْ بالصِّدْقِ فإنّه مع البِرّ وهُمَا في الجنَّة، وإيَّاكم والكَذِب، فإنه معَ الفُجُورِ وهُمَا في النَّارِ، وسَلُوا اللّٰهَ المُعَافَاةَ، فإنَّهُ لم يُؤْتَ بعدَ اليَقِيْنِ خَيْرٌ مِنَ المُعَافَاةِ، ولا تَقَاطَعُوا، ولا تَدَابَرُوا، ولا تَحَاسَدُوا، ولا تَبَاغَضُوا، وكُونُوا عِبَادَ اللّٰهِ إخْوَانًا)). [صحيح]

''اوسط بن اسماعیل سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ اس میری جگہ پر کھڑے ہوئے تھے۔ پھر حضرت ابوبکر رونے لگے اور کہا تم سچائی کو لازم پکڑو کہ وہ نیکی کی چیز ہے وہ جنت میں لے جانے والی ہے اور تم جھوٹ سے بچو کیوں کہ وہ بہت بڑی برائی ہے، وہ دوزخ میں لے جانے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو کیوں کہ یقین کی دولت کے بعد عافیت سے کوئی چیز بہتر نہیں دیکھی گئی اور تقاطع وتدابیر وتحاسد وتباغض نہ کرو۔ اللہ کے بندو بھائی بھائی بن جاؤ۔''

٧٤٦. عن مُعاذٍ قال: مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ علىٰ رجلٍ يقُولُ: اَللّٰهُمَّ إنّي أَسْأَلُكَ تَمَامَ النِّعْمَةِ، قال: ((هَلْ تَدْرِيْ مَا تَمَامُ النِّعْمَةِ؟)) قَالَ: ((تَمَامُ النِّعْمَةِ دُخُولُ الْجنَّةِ، والفَوْزُ مِنَ النَّارِ)) ثمّ مرَّ علىٰ رجلٍ يقولُ: اَللّٰهُمَّ إنّي أَسْأَلُكَ الصَّبْرَ، قالَ: ((قَدْ سَأَلْتَ رَبَّكَ الْبَلَاءَ، فَسَلْهُ الْعَافِيَةَ)) وَمَرَّ علىٰ رجلٍ يقولُ: يَا ذَا الْجَلَالِ وَالإكْرَامِ، قَالَ: ((سَلْ)). [ضعيف]

''حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک آدمی کے پاس سے گزرے وہ کہہ رہا تھا، اے اللہ! میں تجھ سے مکمل نعمت کا سوال کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا معلوم ہے مکمل نعمت کیا ہے؟ اس نے کہا جنت میں داخلہ اور جہنم سے بچ جانا۔ پھر آپ ایک دوسرے آدمی کے پاس سے گزرے جو کہہ رہا تھا، اے اللہ! ہم تجھ سے صبر مانگتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو نے اپنے ربّ سے آزمائش وبلا مانگی ہے اس سے عافیت مانگو۔ ایک اور شخص کے پاس سے گزرے جو کہہ رہا تھا اے جلالت واکرام والے ربّ! آپ نے فرمایا: اب مانگو۔''

٧٤٧. عن العبّاس بن عبد المطلب: قلتُ: يا رسولَ الله، عَلِّمْنِي شيئًا أَسْأَلُ اللّٰهَ بِهِ، فقالَ: ((يا عبّاسُ يا عمَّ رسول الله، سَلِ اللّٰهَ العَافِيَةَ)) ثمّ مكثتُ قليلاً ثمَّ جئتُ فقلتُ: عَلِّمْنِي شيئًا أَسْأَلُ اللّٰهَ بِهِ يا رسولَ الله، فقالَ: ((يا عبّاسُ يا عمَّ رَسُولِ اللّٰهِ، سَلِ اللّٰهَ العَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا والآخِرَةِ)). [صحيح]

''عباس بن عبدالمطلب سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ

سے عرض کیا کہ مجھے کوئی دعا بتائیے میں وہی دعا اللہ سے مانگوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کیا کرو۔ پھر دیر کے بعد، میں نے آ کر وہی سوال کیا۔ کوئی ایسی دعا بتائیے کہ وہ دعا اللہ تعالیٰ سے کیا کروں۔ آپ نے فرمایا: اے عباس! رسول اللہ کے چچا اللہ سے دنیا وآخرت میں عافیت کا سوال کرو۔''

اسی جگہ سے کہا ہے کہ ع تندرستی ہزار نعمت ہے
قدر عافیت کسے داند کہ بمصیبتے گرفتار آید۔

باب: من كره الدعاء بالبلاء

آزمائش میں ڈالے جانے کی دعا کرنا مکروہ ہے

٧٤٨ . عن أنسٍ قالَ: قالَ رجلٌ عندَ النَّبيِّ ﷺ: اللّٰهُمَّ لَمْ تُعْطِنِيْ مالاً فأتَصَدَّقُ بهِ، فَابْتَلِنِيْ بِبَلاءٍ يكونُ -أو قالَ- فيهِ أجرٌ، فقالَ: ((سُبْحانَ اللّٰهِ، لا تطيقُهُ، ألاَ قُلْتَ: اَللّٰهُمَّ آتِنَا فى الدّنيَا حَسَنَةً وفى الآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّار)).

[حسن صحيح]

''حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کے پاس یہ الفاظ کہے، اے اللہ! تو نے مجھے مال نہیں دیا جس سے میں صدقہ کرتا اب مجھے کسی آزمائش میں مبتلا کر دیجیے، تاکہ مجھے اجر مل جائے۔ آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! تو مصیبت برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو اس طرح کیوں نہیں کہتا۔ اے اللہ! ہم کو دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے ہم کو آگ کے عذاب سے بچانا۔''

٧٤٩ . عن أنس قالَ: دخلَ النَّبيُّ ﷺ على رجلٍ قدْ جَهدَ مِنَ المرضِ، فكأنّهُ فَرْخٌ منتُوفٌ، قالَ: ((اُدْعُ اللّٰهَ بشيءٍ أو سَلْهُ)) فجعَلَ يقولُ: اللّٰهُمَّ ما أنتَ معذِّبِيْ بهِ فى الآخِرَةِ فَعَجِّلْهُ فِي الدُّنْيَا، قالَ: ((سُبْحَانَ اللّٰهِ لا تَسْتَطِيْعُهُ -أو لا تستطيعُوا، ألاَ قلتَ: اللّٰهُمَّ آتِنَا فى الدّنْيَا حَسَنَةً وفى الآخِرَةِ حَسَنَةً وقِنَا عَذَابَ النَّارِ)) ودَعَا لهُ فشَفَاهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ.

''حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک آدمی کے پاس آئے بیماری نے اس کو کمزور کر دیا تھا جیسے مرغی کا بچہ جس کا پر نوچ دیا گیا ہو آپ نے اس سے کہا اللہ سے کچھ دعا کرو یا سوال کرو۔ وہ شخص کہنے لگا: اے اللہ! آخرت میں مجھ پر جو عذاب تو مجھے دینے والا ہو ہمیں دنیا ہی میں دے دے۔ آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! تم نہیں برداشت کر سکتے یا فرمایا کہ تم لوگ نہیں برداشت کر سکو گے۔ یہ کیوں نہیں کہتے اے اللہ! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی اور عذابِ جہنم سے بچا لے اور آپ نے اس کے لیے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا دے دی۔'' [صحيح]

ارکانِ اسلام

حج بیت اللّٰہ

امان اللہ عاصم (جامعہ عمر بن الخطاب جھبراں، شیخوپورہ، اعزازی خطیب بی بی کوٹ ننکانہ صاحب)

حج کا لغوی معنی:

حج کا لغوی معنی ''زیارت کا ارادہ کرنا، کسی کے پاس بار بار جانا'' کے ہیں۔ حج کے لیے ایک لفظ ''حِجَّۃ'' بھی استعمال ہوتا ہے۔ جس کا دوسرا مطلب ''برس'' اور ''سال'' ہے۔ اور اس کی جمع ''حِـجَـج'' ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قَالَ اِنِّیْٓ اُرِیْدُ اَنْ اُنْکِحَكَ اِحْدَی ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰٓی اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ ﴾ [سورۃ القصص، آیت: ۲۷]

''اس نے کہا: یقیناً میں ارادہ کرتا ہوں کہ میں اپنی دونوں بیٹیوں میں سے ایک تمھارے نکاح میں دے دوں اس (شرط) پر کہ تم آٹھ سال تک میری مزدوری کرو گے۔''

مذکورہ دونوں الفاظ کے معنی کو یکجا کیا جائے تو حج کا مطلب ہوگا ''سالانہ زیارت''۔

اصطلاحی معنی:

ماہ ذوالحجہ میں ایام حج میں خانہ کعبہ (بیت اللہ) کی زیارت کو جانا اور مخصوص طریقے سے مناسک حج ادا کرنا۔

ایام حج:

ایام حج سے مراد قمری تقویم کے آخری مہینے ذوالحجہ کی ۸ سے ۱۳، تاریخ تک کے دن ہیں۔ حج کا مرکزی اور اصل دن ۹ ذوالحجہ ہے مگر حج کے تمام مناسک مذکورہ تاریخوں میں پورے کیے جاتے ہیں۔ ایام حج کے علاوہ خانہ کعبہ کی زیارت کو ''عمرہ'' کہتے ہیں۔

قابل غور:

لفظ بیت اللہ میں ایک بات قابل غور ہے کہ جب اللہ کی ذات کو نہ کسی گھر کی احتیاج ہے نہ ہی یہ اس کی شان کے لائق ہے۔ تو مکہ میں موجود عالم اسلام کے مرکزی معبد کو ''بیت اللہ'' کیوں کہا جاتا ہے؟ ان الفاظ میں اس معبد (بیت) کی اللہ کی طرف نسبت کے اظہار سے اس کے شرف ومنزلت کو واضح کرنا مقصود ہے۔ بیت اللہ کو کعبہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ معبد ایسے کمرہ کی صورت میں ہے جس کی لمبائی، چوڑائی اور اونچائی قریب قریب برابر ہے۔ اور ایسی پیمائش کو ''مکعب'' کہتے ہیں لہٰذا بیت اللہ کو ''مکعب نما'' ہونے کی وجہ سے کعبہ کہا جاتا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

حج کی اہمیت:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: ۱۔ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ ۲۔ نماز قائم کرنا۔ ۳۔ زکوٰۃ دینا۔ ۴۔ بیت اللہ کا حج کرنا۔ ۵۔ ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔

اس حدیث مبارکہ کے پیش نظر حج اسلام کا بنیادی رکن ہونے کی حیثیت سے اہم ترین عبادت ہے۔

حج کی فضیلت:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ حَجَّ هٰذَا الْبَيْتَ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ" [متفق علیه]

''جس نے بیت اللہ کا حج کیا اور اس دوران کوئی لغو حرکت اور فسق نہ کیا تو وہ اس طرح (گناہوں سے پاک) لوٹے گا جیسے آج ہی اسے اس کی ماں نے جنم دیا ہو۔''

حج کی فرضیت:

صاحب استطاعت انسان پر زندگی میں ایک مرتبہ حج ادا کرنا فرض ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلاً وَ مَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ [آل عمران،آیت: ۹۷]

''بیت اللہ کا حج کرنا ان لوگوں پر واجب ہے جو اس کی طرف جانے کی استطاعت رکھتے ہیں اور کوئی اس سے انکار کرے تو اللہ کی ذات تو کل جہانوں سے بے نیاز ہے۔''

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ فَحَجُّوْا." [صحیح مسلم: ۱۳۳۷]

''اے لوگو! اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے لہٰذا تم حج کرو۔''

آیت مبارکہ اور فرمان نبوی کے مطابق صاحب استطاعت انسان (مرد وعورت) پر حج کرنا فرض ہے۔ ''لیکن یہ فریضہ عمر بھر میں ایک دفعہ ادا کرنا کافی ہے۔ ایک سے زائد جتنی مرتبہ ادا کیا جائے نفل ہوگا'' [سنن ابی داؤد: ۱۷۲۱ علامہ البانی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے]

فرضیت حج کی شرائط:

فقہاء نے فرضیت حج کے لیے مندرجہ ذیل شرائط کے ہونے پر اتفاق کیا ہے:

① ...... انسان مسلمان ہو۔ ② ...... بالغ ہو۔

③ ...... عاقل ہو۔ ④ ...... آزاد ہو۔

⑤ ...... مالی وبدنی طاقت رکھتا ہو۔

جس انسان میں مذکورہ شرائط نہ پائی جائیں اس پر حج فرض نہیں ہے۔

حج کا ثواب:

اللہ تعالیٰ فریضۂ حج ادا کرنے والے انسان کے گناہ معاف کر دیتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"... أَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَاكَانَ قَبْلَهُ." [صحیح مسلم: ۱۲۱]

''یقیناً حج پچھلے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔''

"تَابِعُوْا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةَ فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوْبَ كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ." [سنن الترمذی: ۸۱۰]

''حج اور عمرہ ادا کرو کیونکہ یہ دونوں غربت اور گناہوں کو اس طرح ختم کر دیتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو ختم کر دیتی ہے۔''

"مَنْ حَجَّ هٰذَا الْبَيْتَ فَلَمْ يَرْفُثْ وَ لَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ." [صحیح البخاری: ۱۸۱۹]

''جس نے بیت اللہ کا حج کیا اور اس دوران کوئی لغو حرکت اور فسق نہ کیا تو وہ اس طرح (گناہوں سے پاک) لوٹے گا جیسے آج ہی اسے اس کی ماں نے جنم دیا ہو۔''

افضل عمل:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا، افضل عمل کون سا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ پوچھا گیا، پھر کون سا عمل افضل ہے؟ تو فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ پھر پوچھا گیا، اس کے بعد کون سا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: حج مبرور۔ [صحیح البخاری: ۲۶]

حج مبرور:

حج مبرور سے مراد وہ حج ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والا کوئی عمل نہ کیا گیا ہو یعنی ایمان اور اخلاص کے ساتھ سنت رسول کے مطابق رزق حلال خرچ کر کے محرمات سے پرہیز کرتے ہوئے حج کیا جائے۔ اور اس کی نشانی یہ ہے کہ حج کے بعد حاجی نیکی کے کام زیادہ کرنے لگ جائے اور دوبارہ گناہوں کی طرف نہ لوٹے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"اَلْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ."

''حج مبرور کا بدلہ جنت ہی ہے۔'' [صحیح البخاری: ۱۷۷۳]

حج نہ کرنے پر وعید:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ مَلَكَ زَادًا وَ رَاحِلَةً تُبْلِغُهُ إِلٰى بَيْتِ اللّٰهِ وَ لَمْ يَحُجَّ فَلَا عَلَيْهِ أَنْ يَمُوْتَ يَهُوْدِيًا أَوْ نَصْرَانِيًا" [سنن الترمذی: ۸۱۲]

''جو شخص زادِ راہ اور ایسی سواری کا مالک ہو جو اسے بیت اللہ تک پہنچا سکتی ہے، اور وہ اس کے باوجود حج نہ کرے تو کچھ فرق نہیں پڑتا کہ وہ عیسائی یا یہودی ہو کر مرے۔''

حج کی اقسام:

حج کی تین اقسام ہیں:

① ...... حج افراد۔ ② ...... حج قران۔ ③ ...... حج تمتع

① ... حج افراد:

حج کرنے والا صرف حج ہی کی نیت کر کے میقات سے احرام باندھے اس میں عمرہ شامل نہیں ہوتا۔ حج کا احرام باندھ کر ایک مرتبہ ''أَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ بِالْحَجِّ'' کہے۔ پھر مکہ مکرمہ پہنچ کر بیت اللہ کا طواف کرے اور حالت احرام ہی میں رہے اور آٹھ ذوالحجہ کو حج کی ادائیگی کے لیے منیٰ کی جانب روانہ ہو جائے۔

مذکورہ طواف کو ''طواف قدوم'' کہتے ہیں۔ حج افراد کرنے والا طواف قدوم کے بعد صفا مروہ کی سعی سے بھی فارغ ہو جائے تو ۱۰، ذوالحجہ کے رش سے محفوظ رہے گا۔ حج افراد کرنے والے پر قربانی فرض نہیں ہے۔ البتہ اگر وہ کر لے تو بہتر ہے۔

② ... حج قران:

حج کرنے والا حج اور عمرہ دونوں کی نیت کر کے میقات سے احرام باندھ لے اور ''أَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَة'' کہے۔ اب یہ عمرہ ادا کرے اور نہ حجامت بنوائے نہ احرام کھولے بلکہ اسی حالت میں ۸ ذوالحجہ کو حج کی ادائیگی کے لیے منیٰ کی طرف روانہ ہو جائے۔ اسے حج وعمرہ کے لیے ایک ہی سعی کرنا ہوگی۔ اگر وہ ۱۰، ذوالحجہ کے رش سے بچنے کے لیے طواف عمرہ کے بعد سعی کر کے فارغ ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔

حج قران کرنے والے کے ذمہ قربانی کرنا واجب ہے۔ اور اگر اسے قربانی میسر نہ آئے تو دس دن کے روزے رکھے، تین حج کے دنوں میں اور سات گھر واپس آ کر۔

③ ... حج تمتع:

حج کرنے والا عمرہ کی نیت سے احرام باندھے اور کہے ''أَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ بِالْعُمْرَة'' پھر عمرہ ادا کرے اور حجامت بنوائے اور احرام کھول دے۔ اب ۸ ذوالحجہ تک وہ تمام امور جو احرام کی وجہ سے اس پر حرام تھے وہ حلال ہو جائیں گے۔ پھر ۸ ذوالحجہ کو وہ اپنی رہائش سے احرام باندھ کر ''أَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ بِالْحَجِّ'' کہہ کر منیٰ کے میدان کی طرف روانہ ہو جائے گا۔ اس حاجی پر بھی قربانی کرنا واجب ہے۔ اگر نہ کر سکے تو ۱۰ روزے رکھے گا: ۳ ایام حج میں اور ۷ گھر واپس آ کر۔

افضل قسم کونسی ہے:

احادیث صحیحہ پر غور کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ جو شخص قربانی کا جانور لے کر جائے اس کے حق میں حج قران افضل اور بہتر ہے۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے حج قران اس وجہ سے کیا تھا کہ آپؐ قربانی ساتھ لے کر گئے تھے۔ لیکن جس شخص کے پاس قربانی نہ ہو اس کے حق میں حج تمتع افضل اور بہتر ہے۔ کیونکہ نبی اکرمؐ نے ان لوگوں کو جو قربانی نہیں لائے تھے حج تمتع کرنے کا حکم دیا تھا۔ [صحيح البخاري: ١٦٥١]

حج کی ادائیگی:

حج کا فریضہ ادا کرنے کے لیے روانگی سے قبل انسان کو یہ غور کر لینا چاہیے کہ لوگوں کے حقوق میں ہونے والی کوتاہیاں لوگوں سے معاف کرا لی ہیں یا نہیں؟ قرض کی ادائیگی ہو گئی؟ اہل خانہ کو واپس آنے تک کا خرچہ دے دیا؟ یہ معاملات بطریق احسن انجام دینے بہتر اور مفید ہیں۔ سب سے بڑھ کر جس بات کا خیال رکھنا چاہیے وہ یہ کہ کیا وہ حلال کمائی میں سے رقم خرچ کر کے حج کی ادائیگی کے لیے جا رہا ہے۔

ان سب باتوں کا جائزہ لینے اور ان پر عمل کے بعد مسنون طریقے کے مطابق سفر شروع کر دیا جائے۔ اور عورت کے لیے ضروری ہے کہ اس کے ساتھ محرم یا اس کا خاوند ہو۔ ایک صحابی نے کہا: یا رسول اللہ! میں میدان جہاد کی طرف جا رہا ہوں اور میری بیوی حج کے لیے روانہ ہو رہی ہے۔ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جہاد سے واپس پلٹ جاؤ اور اپنی بیوی کے ساتھ رہو۔ [صحيح البخاري: ٣٠٠٦]

احرام:

آج کل دور دراز علاقوں اور دیگر ممالک سے آنے والے عازمین حج عموماً ہوائی جہاز کے ذریعے سفر کرتے ہیں۔ اس لیے عازمین حج کے

لیے بہتر بلکہ ضروری ہے کہ وہ احرام پہن کر ہی جہاز میں سوار ہوں۔
احرام پہننے سے پہلے مسنون غسل کر کے تیل کنگھی کر کے، خوشبو لگائیں۔ لیکن عورتیں خوشبو نہ لگائیں۔ بہتر ہے کہ کسی فرض نماز کے بعد احرام پہنیں کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے ظہر کی نماز ادا کر کے احرام باندھا تھا۔

احرام باندھنے کے موقع پر کسی قسم کی نفل نماز پڑھا نبی اکرم ﷺ سے ثابت نہیں۔ مرد کے لیے احرام دو صاف ستھری چادریں ہیں جو سفید ہوں تو بہتر ہے۔ اگر کنارے اور درمیان سے سلی ہوں تو کوئی حرج نہیں ایک چادر کو تہبند بنالے اور دوسری کو اوپر اوڑھ لے۔ سر اور چہرہ کھلا رکھے، جوتا جیسا بھی ہو پہن لے، البتہ ٹخنے چھپے ہوئے نہ ہوں۔
[صحیح البخاری : ۱۸۳۸]

عورت معمول کے مطابق سادہ اور صاف ستھرے کپڑے پہنے گی ان کا رنگ چاہے کوئی بھی ہو۔ پورے جسم پر بڑی چادر استعمال کرے۔ نظر نیچی رکھے، نقاب نہ کرے لیکن اگر غیر مردوں سے سامنا ہو جائے تو گھونگٹ سے پردہ کر لے۔ احرام کی حالت میں عورت نہ برقعہ پہن سکتی ہے اور نہ نقاب کرنے کی اجازت ہے اور دستانے پہننے کی اجازت بھی نہیں۔[صحیح البخاری : ۱۸۳۸]

اسی طرح احرام کی حالت میں نکاح کرنا اور منگنی کا پیغام بھی ممنوع ہے۔[صحیح مسلم: ۱۴۰۹]

کسی بھی قسم کا جھگڑا یا نافرمانی والا کام کرنا ممنوع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَلَا رَفَثَ وَ لَا فُسُوْقَ وَ لَا جِدَالَ فِی الْحَجِّ﴾

[سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۹۷]

''لغو حرکت، نافرمانی اور لڑائی حج میں نہ کی جائے۔''

مرد حضرات قمیض، جبہ، شلوار، پگڑی، ٹوپی نہ پہنیں۔
[صحیح البخاری : ۱۸۳۸]

نہانا، غسل کرنا، احرام کا لباس تبدیل کرنا، کپڑے دھونا، چھتری استعمال کرنا، کمر بند یا پیٹی استعمال کرنا وغیرہ جائز ہے۔

تلبیہ:

احرام باندھنے کے بعد تلبیہ کہے۔ لیکن تلبیہ تب کہے جب میقات پر پہنچ جائے۔ ہوائی جہاز کے ذریعے سفر کرنے والوں کو بھی جب ان کا میقات آجائے تو بتا دیا جاتا ہے کہ ہم میقات کے اوپر سے گزر رہے ہیں۔ تب تلبیہ مرد حضرات بلند آواز سے اور عورتیں آہستہ سے کہیں۔

تلبیہ کے الفاظ یہ ہیں:

''لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ
اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ''

[متفق علیه]

عمرہ کے لیے احرام باندھنے والا میقات سے ''طواف قدوم'' (بیت اللہ پہنچ کر پہلا طواف) کرنے تک اور حج کے لیے احرام باندھنے والا میقات سے ۱۰، ذوالحجہ کے دن جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنے تک تلبیہ کہے گا۔[سنن الترمذی]

طواف قدوم اور احرام کا طریقہ:

مکہ مکرمہ پہنچ کر بیت اللہ کا طواف کرے۔ طواف کے وقت احرام والی چادر کو دائیں کندھے کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر اس طرح ڈالے کہ دایاں کندھا ننگا ہو جائے۔ یہی مسنون طریقہ ہے۔ پھر حجر اسود کو بوسہ دے۔ اگر ممکن ہو تو دائیں ہاتھ سے چھو کر ہاتھ کو چوم لے یہ بھی ممکن نہ ہو تو چھڑی لگا کر چھڑی کو چوم لے اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو ہاتھ یا چھڑی کے ساتھ اس کی طرف اشارہ کر کے چوم لے۔ اور طواف شروع کر دے۔

طواف میں حجر اسود سے رکن یمانی سے حجر اسود تک تیز چال چلے پہلے تین چکر اس انداز میں اور باقی چار چکر عام، معمول کی چال چلتے ہوئے پورے کرے۔ اس دوران دعائیں اور اذکار زبان پر جاری رکھے۔ البتہ ضروری حد تک بات کر سکتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اَلطَّوَافُ بِالْبَيْتِ صَلَاةٌ فَأَقَلُّوْا مِنَ الْكَلَامِ''

''بیت اللہ کا طواف نماز کی طرح ہے اس لیے اس دوران گفتگو کم کرو۔'' [سنن النسائی : ۲۹۲۲]

طواف کے دوران بیت اللہ کے چوتھے کونے (رکن یمانی) کو ہاتھ سے چھوئیں۔ اگر ممکن نہ ہو آگے گزر جائیں اس کی طرف اشارہ کرنا یا بوسہ دینا نبی اکرم ﷺ سے ثابت نہیں۔ ہر چکر حجر اسود سے شروع ہو کر

حجر اسود تک ہی مکمل ہوگا اس طرح سات چکر مکمل کرے۔

مقام ابراہیم:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى'' [سورة البقرة، آیت ۱۲۵]

(مقام ابراہیم کو نماز کا مقام بناؤ)

طواف کے بعد دائیاں کندھا پہلے کی طرح چادر سے ڈھانپ کر مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز ادا کرے۔ یاد رہے کہ نماز اس طرح ادا کرے کہ مقام ابراہیم اس کے اور بیت اللہ کے درمیان میں ہو۔

زم زم:

مقام ابراہیم پر دو رکعت ادا کرنے کے بعد زم زم کا پانی پینا اور کچھ پانی سر پر ڈالنا مسنون ہے۔

صفا مروہ کی سعی:

مقام ابراہیم علیہ السلام پر دو رکعات پڑھ کر مسجد حرام سے متصل صفا پہاڑی پر آسانی سے جتنا چڑھ سکے چڑھ جائے اور قبلہ رخ ہو کر تین بار اللہ اکبر کہہ کر یہ کلمات پڑھے۔

"لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَـهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيءٍ قَـدِيْرٌ ." [سنن النسائی: ۲۹۷۲، قال الشیخ الالبانی: صحیح]

اور صفا پہاڑی سے اتر کر مروہ کی طرف چل پڑے۔ صفا والے کلمات مروہ پر بھی پڑھے۔ صفا سے مروہ تک ایک چکر شمار ہوتا ہے اور مروہ سے صفا تک دوسرا چکر ہوتا ہے۔ اس انداز میں سات چکر مکمل کرے۔ ساتویں چکر میں جب مروہ پر پہنچ جائے تو اب ذکر و دعا کا عمل نہ دہرائے۔ سعی مکمل ہو چکی ہے۔ اب عمرہ مکمل ہو گیا۔ اور حج تمتع کرنے والا حجامت بنوائے، غسل کرے احرام کھول دے۔ حجامت میں بال کتروانا درست اور جائز ہے لیکن سر منڈوانا بہتر ہے۔ جو لوگ حج قران کا ارادہ رکھتے ہیں وہ نہ حجامت بنوائیں گے نہ احرام کھولیں گے۔

ارکان حج:

حج کے تین ارکان ہیں ان میں سے ایک بھی چھوٹ گیا تو حج نہیں ہوگا۔

① ...احرام باندھنا

② ...۹ ذوالحجہ کو زوال کے بعد مغرب تک میدان عرفات میں حاضر ہونا

③ ...قربانی کرنے کے بعد طواف افاضہ کرنا۔

اگر کوئی ۹ ذوالحجہ مغرب تک میدان عرفات میں نہ پہنچ سکے تو وہ ۱۰ ذوالحجہ کی سحری تک عرفات میں پہنچ جائے تو فریضہ حج ادا ہو جائے گا۔

ایام حج:

۸ ذوالحجہ سے ۱۳ ذوالحجہ تک کے دن حج کے دن ہیں۔ ان دنوں میں کیے جانے والے اعمال مندرجہ ذیل ہیں:

۸ ذوالحجہ:

فجر کی نماز کے بعد غسل اور وضو کر کے حج کا احرام باندھ کر منیٰ میں چلا جائے۔ ظہر، عصر، مغرب، عشاء وہیں قصر پڑھے۔ یاد رہے کہ احرام؛ حج قران کرنے والے کے علاوہ حج افراد یا حج تمتع کرنے والے باندھیں گے اور احرام اپنی رہائش گاہ سے باندھ کر چلیں گے۔

۹ ذوالحجہ:

فجر کی نماز مسجد خیف منی میں یا اپنے خیمے میں پڑھے اور سورج نکلنے کے تھوڑی دیر بعد میدان عرفات کی طرف روانہ ہو جائے۔ وہاں ظہر، عصر اکٹھی مسجد نمرہ میں ادا کرے اور یہ نمازیں قصر ہی ادا کی جائیں گی۔ اگر مسجد نمرہ میں جگہ میسر نہ ہو تو کسی جگہ بھی پڑھ لے۔ اور اس کے بعد مغرب تک عرفات میں ہی ٹھہرے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگے اپنے رب کے حضور دعائیں التجائیں کرے۔ اس دن کو یوم عرفہ کہتے ہیں۔ اس دن حقوق العباد کے علاوہ تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ مغرب (سورج غروب ہونے) کے بعد مزدلفہ پہنچیں وہاں مغرب کی نماز عشاء کے ساتھ قصر ادا کریں۔[صحیح مسلم: ۱۲۸۰]

۱۰، ذوالحجہ:

۱۰ ذوالحجہ کی نماز فجر مزدلفہ میں ہی ادا کرے اور سورج نکلنے سے پہلے

وادی محسر (جہاں ابرہہ تباہ کیا گیا) سے تیزی سے گزرتے ہوئے منیٰ میں پہنچے اور سب سے پہلے جمرہ عقبہ کو سات کنکریاں مارے اور قبلہ رخ ہوکر یہ کلمات پڑھے:

"أَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَبْرُوْرًا وَذَنْبًا مَغْفُوْرًا "[مسند احمد بن حنبل:١/ ٤٢٧ ، حديث:٤٠٦١]

یادرہے اس جمرہ عقبہ کو مارنے کے لیے کنکریاں مزدلفہ سے لے کر آئے۔ جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنے کے بعد قربانی کرے اور حجامت بنوائے، غسل کرے اور احرام کھول دے اور بیت اللہ کا طواف کرے۔ اسے طواف ''افاضہ'' یا طواف ''زیارۃ'' کہتے ہیں۔ یہ حج کا اہم رکن ہے۔

طواف افاضہ کے بعد وہ لوگ صفا مروہ کی سعی کریں جنہوں نے حج تمتع کا ارادہ کیا تھا۔اب فوراً جلدی ہوسکے منیٰ میں واپس پہنچ جائے بلاوجہ تاخیر کرنا خلاف سنت ہے۔

۱۱،۱۲،۱۳ذوالحجہ:

ان تاریخوں میں سب سے اہم کام زوال کے بعد تینوں جمروں کو سات سات کنکریاں مارنا ہے۔۱۳ ذوالحجہ کو کنکریاں مارنے سے فارغ ہوکر واپس بیت اللہ پہنچ کر بیت اللہ کا طواف کرے۔ جسے طواف ''وداع'' کہتے ہیں۔طواف وداع سے کسی کو رخصت نہیں۔البتہ اگر شرعی عذر کے پیش نظر عورت طواف وداع نہ کرسکے جبکہ اس نے طواف زیارۃ کیا تھا۔تو کوئی حرج نہیں ہے۔[صحيح البخاری: ١٧٥٥]

اس کے بعد حاجی اپنے گھر کو روانہ ہوجائے۔ حج کا فریضہ ادا ہوچکا۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ حَجَّ هٰذَا الْبَيْتَ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ" [صحيح البخاری: كتاب الحج ، باب قول الله تعالىٰ فلا رفث ، حديث:١٨١٩۔ صحيح مسلم: كتاب الحج ، باب فضل الحج والعمرة و يوم العرفة ، حديث:١٣٥٠]

(جس نے بیت اللہ کا حج کیا اور اس دوران کوئی لغو حرکت اور فسق نہ کیا تو وہ اس طرح (گناہوں سے پاک) لوٹے گا جیسے آج ہی اسے اس کی ماں نے جنم دیا ہو)

حج بدل:

اگر کوئی شخص حج نہ کرسکے اور وہ اپنے کسی قریبی کو اپنی طرف سے حج کرنے کے لیے کہے تو جائز ہے۔لیکن ضروری ہے کہ اس مجبور؛ بیمار یا کسی بھی شرعی عذر کے باعث حج نہ کرسکنے والے شخص کی جگہ حج کرنے والا آدمی اپنی طرف سے حج کا فریضہ ادا کرچکا ہو۔[سنن ابی داؤد:۱۸۱۱]

حج بدل کرنے والا قریبی رشتہ دار ہونا ضروری نہیں۔مرد عورت اور عورت مرد کی طرف سے حج بدل ادا کرسکتی ہے۔

نابالغ بچے کا حج:

اگر حج میں کوئی نابالغ بچہ بھی شریک ہوتو اس کا اجر اس کے والدین کے لیے ہوگا۔[صحيح مسلم: ١٣٣٦]

اور اگر یہ بچہ بالغ ہونے کے بعد حج کی استطاعت کا مالک ہوا تو سن بلوغت سے قبل کیا ہوا حج کافی نہ ہوگا، بلکہ اسے یہ فریضہ ادا کرنا پڑے گا۔

میت کی طرف سے حج:

اگر کسی نے نذر مانی کہ وہ حج کرے گا یا کوئی عمل کرے گا لیکن اس کی ادائیگی سے پہلے ہی فوت ہوگیا تو اس کے ورثاء اس کی طرف سے وہ عمل کریں گے تاکہ اس کی نذر پوری ہوجائے۔[صحيح مسلم: ١١٤٨]

ایک حدیث میں ہے کہ ایک آدمی حج کے لیے آیا اور کہہ رہا تھا: یا اللہ! میں شبرمہ کی طرف سے حج کرتا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شبرمہ کون ہے؟ اس نے کہا: میرا عزیز رشتہ دار ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم نے اپنی طرف سے حج ادا کرلیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلے اپنی طرف سے حج کر بعد میں شبرمہ کی طرف سے ادا کرنا۔[سنن ابی دائود: ١٨١١]

" اللهم ارزقنا زيارة المكة المكرمة وزيارة المدينة المنورة . " [آمين]

تعلیم وتربیت

جماعت اہل حدیث

مدارس کے طلبہ وطالبات کی بہتر تعلیم وتربیت کا اہتمام کرے

محمد بشیر متخصص فی تعلیم اللغة العربیة لغیر العرب
پرنسپل معهد اللغة العربیة اسلام آباد

ان دنوں ہمارے پیارے اسلامی مدارس کا نیا تعلیمی سال شروع ہو رہا ہے۔ ہمارے ہیروں ایسے ننھے بچے شوق وولولہ سے قرآن کریم، حدیث شریف اور عربی زبان کی تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے ان میں داخل ہو رہے ہیں۔ ان کے دلوں میں تعلیمی زینوں پر چڑھ کر دین ودنیا کی ترقی اور مستقبل کو سنوارنے کے طرح طرح کے سہانے خواب مچل رہے ہوتے ہیں۔ اس لیے ہمیں ان کی تعلیم وتربیت کا ایسا آسان اور مؤثر آغاز کرنا چاہیے جو ان کے شوق اور دلچسپی میں اضافہ کرے۔ اور انہیں نظر آئے کہ وہ سیدنا ونبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شیریں زبان کو سیکھ رہے ہیں اور یہ ان کی دینی ترقی اور بہتر مستقبل کا ذریعہ بنے گی۔

عربی زبان کی نشر واشاعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب دین اسلام کی اشاعت اور تبلیغ کا ذریعہ بنایا ہے۔ ہم اس کی تعلیم وتدریس کو زیادہ سے زیادہ آسان اور دلچسپ بنا کر تعلیم اور تبلیغ کا دائرہ وسیع تر کر سکتے ہیں۔ اس لیے ہم عربی زبان اور اسلامی علوم کے محترم اساتذہ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ جمود پر اصرار نہ کریں۔ بلکہ عصر حاضر کے تقاضوں اور ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے تعلیم وتدریس کے جدید تجربات اور وسائل سے استفادہ کریں۔ اور عربی زبان اور اسلامی تعلیم کو مؤثر اور سہل اسلوب میں پیش کریں۔

كما قال ابو موسى: كان رسول الله ﷺ إذا بعث أحدا من أصحابه في بعض أمره قال: بشروا ولا تنفروا ويسروا ولا تعسروا۔

[صحیح مسلم ٤٥٢٥]

”حضرت ابوموسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے کسی کام پر کسی صحابی کو بھیجتے تو آپ فرماتے خوش کرو اور نفرت نہ دلاؤ، اور آسان کرو اور مشکل نہ بناؤ۔“

میں آج کمسن بچوں کے ابتدائی کورس الثانویة العامة اور الثانویة الخاصه کے دو مضامین (۱) ترجمۃ القرآن الکریم اور (۲) علم صرف کی تعلیم وتدریس کو ترقی دینے پر روشنی ڈالوں گا۔ وبالله التوفيق.

پہلا مسئلہ

تعلیم قرآن کریم کے کسی کورس میں عربی زبان نہیں پڑھائی جاتی:

ہمارے مدارس میں قرآن کریم کی تعلیم، تحفیظ، قراءت وتجوید، ترجمہ اور تفسیر کے آٹھ دس کورس ہوتے ہیں اور ہمارے بچے قرآن کریم کی جامع، بلیغ اور اعلی زبان کو تین چار سال کی عمر سے لیکر جوانی اور جوانی سے لیکر زندگی کے آخری دن تک پڑھتے، سنتے، دہراتے اور یاد کرتے ہیں۔ یوں ان کے سینوں میں لغت قرآن کا عظیم اور بے مثال ذخیرہ محفوظ ہوتا ہے۔ اور وہ بڑے شوق وولولہ سے اسلامی مدارس میں داخل ہو کر عربی زبان کی عمدہ تعلیم وتربیت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اس طرح یہ انہیں عربی زبان کی عمدہ تعلیم دینے کا بڑا مناسب اور سنہری موقع ہوتا ہے۔ لیکن ہمارے مدارس میں تعلیم قرآن کریم کے تمام مضامین اور تمام اسباق میں عربی زبان پڑھنے، لکھنے اور بولنے کی تربیت نہیں دی جاتی۔ ہم نے اس مضمون کا نام ہی ترجمۃ القرآن الکریم لکھا ہوا ہے، اور اس ترجمے اور تشریح کے کل ۱۰۰ نمبر دیئے جاتے ہیں۔ (جبکہ اس سطح کے انگریزی کورس میں اردو ترجمہ کا صرف ایک سوال translate into Urdu اور وہ

صرف دس یا ۱۵ نمبر کا ہوتا ہے۔ باقی تمام سوالات انگریزی زبان کو لکھنے، سنوارنے اور سوال و جواب کی تربیت سے متعلق ہوتے ہیں)۔

اس مثال سے آپ اندازہ کریں کہ ہم سب قرآن کریم کی عربی زبان سے کیا سلوک کر رہے ہیں؟ اور ہمارے بچے اس میں ترقی کیوں نہیں کرتے؟ یہ طریقہ تدریس نہایت ناقص ہے۔ اس عظیم اور مبارک مضمون کی کئی سالہ تدریس میں بچوں کو صرف ترجمہ رٹنے پر لگائے رکھنا انہیں ''قرآن عربی'' کی کئی برکات سے محرومی کا باعث بنتا ہے۔ اس سے بچوں کے دلوں میں یہ غلط خیال راسخ ہوتا ہے کہ عربی بڑی مشکل زبان ہے، ہم اسے لکھ بول نہیں سکتے۔ اور اس میں ترقی کرنا ممکن نہیں ہے۔ یوں وہ مایوس ہو کر تعلیم کو چھوڑ دیتے ہیں۔

حل:

قرآن کریم کی تدریس کے دوران اس کی عربی زبان کے عملی استعمال کی تربیت دی جائے۔

اس کا نام ترجمۃ القرآن الکریم کے بجائے تدریس القرآن الکریم یا تعلیم القرآن الکریم مقرر کیا جائے۔ اور مدرسین کو اس کی تدریس درج ذیل تعلیمی اصولوں کے مطابق کرنے کا پابند کیا جائے۔

① ......شروع میں قرآن کریم کے موزوں کلمات اور استعمالات کی لغوی تشریح اور معانی لکھوائے جائیں۔

② ......اس کے بعد آیات کریمہ کا ترجمہ پڑھایا جائے اور ان کے مضمون کی شرح و تفسیر کی جائے۔

③ ...... پھر ان آیات کریمہ کے الفاظ اور مضمون پر طلبہ/ طالبات کے معیار کے مطابق عربی میں سوالات لکھوائے جائیں۔ بچے پہلے جماعت میں ان کے جوابات زبانی دیں گے اور پھر سوال و جواب کی پوری مشق کو اپنی کاپیوں میں خوبصورت خط میں لکھیں گے۔ اور معلم اس کی تصحیح کرے گا۔

④ ......شرح الکلمات کے ۱۵ نمبر، ترجمہ کے ۲۰ نمبر، تشریح و تفسیر کے ۳۰ نمبر اور عربی میں سوال و جواب کے ۳۵ نمبر رکھے جائیں۔ (یہ ملحوظ رہے کہ منتخب کلمات کا ترجمہ شق (۱) کے تحت بھی آ گیا تھا)

اس طریقہ تدریس کو دونوں کورسوں الثانویۃ العامۃ اور الثانویۃ الخاصۃ کے چاروں سالوں کے دوران جاری رکھا جائے۔

وفاق المدارس السلفیۃ کے زیر اہتمام دو سال قبل یعنی اپریل ۲۰۰۸ء میں جو دورۃ تدریب المعلمین والمعلمات الجامعۃ السلفیۃ فیصل آباد میں کرایا گیا تھا، اس میں ہم نے اس موضوع پر شرکاء کو زبانی وتحریری تربیت دی تھی او رتمام شرکاء نے اس کو بہت زیادہ سراہا تھا۔ نیز اس موضوع پر گذشتہ دو سالوں میں میرے مفصل مضامین مسلسل شائع ہوتے رہے ہیں۔ اس لیے ہمارے مدارس کے ناظمین اور معلّمین/ معلّمات اس طریقہ تدریس سے آگاہ ہیں اور ان کی ایک بڑی تعداد عملی مشق کر چکی ہے۔ آیئے اب اس نظریہ کو نافذ کریں اور بچوں کی ترقی کا ذریعہ بنیں۔

ہم نے معلمین کی رہنمائی کے لئے اس موضوع پر شرح کلمات القرآن تالیف الشیخ عبیدالرحمٰن شائع کر دی ہے۔ وہ اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ نیز مرشد تدریس القرآن بھی چند ماہ بعد چھپ جائے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ مدرسین خود بھی محنت کریں اور آیات کریمہ سے سوال و جواب کی مشقیں تیار کریں اور بچوں کو ان کے جوابات دینے کی تربیت دیں۔ شروع میں ان سے غلطیاں ہوں گی، ان سے بددل نہ ہوں بلکہ محنت جاری رکھیں گے تو کچھ عرصہ بعد معیار اچھا ہوگا اور کامیابی حاصل ہوگی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

دوسرا مسئلہ

علم صرف کی تمام طویل وثقیل گردانوں اور دقیق قواعد کو رٹنے اور حفظ کرنے والے بچوں کو عربی زبان کی تعلیم وتربیت سے محروم رکھا جاتا ہے:

① ...... بچے علم صرف اور علم نحو سے کیوں بھاگتے ہیں؟ میں گوجرنوالہ شہر کی ایک دینی درسگاہ کے مدیر کے پاس بیٹھا تھا، اسی دوران محلے کی ایک خاتون اپنی تعلیم یافتہ بیٹی کو اس میں داخل کرانے کی غرض سے لائی اور بولی: مولانا صاحب! یہ میری بیٹی .... ہے، اس نے اس سال میٹرک (سائنس گروپ) کا امتحان اچھے نمبر لے کر پاس کرلیا

ہے۔اب یہ اسلامی تعلیم حاصل کر کے اس میں ترقی کرنا چاہتی ہے، اس لیے ہم آپ کی خدمت میں آئے ہیں، اسے داخل کر لیں۔لیکن پلیز! اسے عربی گرامر نہ پڑھانا! یہ عربی گردانوں سے بہت خوف کھاتی ہے!

ہمارے ملک میں اسلامی تعلیم حاصل کرنے کے خواہشمند طلبہ اور طالبات کو پیش آنے والا یہ ایک اہم مسئلہ بلکہ سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ کیونکہ ہر سال لاکھوں بچے خوشی خوشی اسلامی مدارس میں داخل لینے کے بعد ان کے نصاب تعلیم میں علم صرف اور علم نحو کے مشکل مضامین خصوصاً طویل وثقیل گردانوں اور دقیق قواعد کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ اور عصا بردار معلم کے سلوک کو دیکھ کر تعلیم چھوڑ جاتے ہیں۔ وہ ان میں مروجہ طریقہ تدریس سے مطمئن نہیں ہوتے۔ اسلامی مدرسے میں داخلہ لینے سے ان کی دلی خواہش اور تمنا تو یہ ہوتی ہے کہ وہ قومی زبان اردو کے ساتھ ساتھ عربی زبان سیکھ لیں گے، جو ان کی دینی اور دنیاوی ترقی کا ذریعہ بنے گی۔ اور وہ قرآن کریم کو سمجھ کر پڑھ لیں گے۔ یوں وہ اسلامی تعلیم حاصل کرنے کے علاوہ اپنے ماحول اور معاشرے میں مناسب ترقی کر سکیں گے۔ لیکن وہ کچھ دن کلاسوں میں بیٹھ کر اور درسگاہوں کے اساتذہ نیز نئے اور پرانے طلبہ سے میل جول کے دوران دیکھ لیتے ہیں کہ ان میں عربی گردانوں کا دور دورہ ہے لیکن عربی زبان کو سیکھنے سکھانے یا لکھنے بولنے کا کوئی ماحول یا موقع نہیں پایا جاتا۔

اس حقیقت کو سب ناظمین اور مدرسین جانتے ہیں کہ مدارس میں داخل ہونے والے طلبہ وطالبات کی ایک بڑی تعداد ان دو مضامین علم صرف اور پھر علم نحو کی درسی کتابوں اور طریقہ تدریس کو دیکھتے ہی بھاگ جاتے ہیں۔ ان اسباق کی تدریس جوں جوں آگے بڑھتی ہے بچے مدارس سے بھاگتے رہتے ہیں (بلکہ جن بچوں نے ایسی باتوں کو پہلے سنا ہوتا ہے وہ مدارس میں داخلہ لینے آتے ہی نہیں) ایسے بچوں میں کبھی علماء اور مدرسین کے اپنے بچے بھی ہوتے ہیں۔ تعلیمی سال کے آخر تک مدارس سے بھاگنے والے طلبہ کا تناسب تقریباً ۶۰ یا ۷۰ فیصد یا اس سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔

ایسا کیوں ہوتا ہے؟ پہلے ہم الثانویۃ العامۃ کے نصاب تعلیم میں مقرر علم صرف کی دونوں درسی کتابوں پر نظر ڈالتے ہیں۔

اولاً: ابواب الصرف مؤلفہ حافظ محمد بن بارک اللہ لکھوی رحمھما اللہ وغفر لھما کا مختصر جائزہ

۱۔ کتاب میں مذکور فعل ثلاثی ورباعی کے تمام ابواب کی مجموعی تعداد ۱۵۴ ابواب

۲۔ ایک باب میں عربی گردانوں کی تعداد: ۴۱
ایک باب میں عربی کلمات کی تعداد: ۳۳۰ کلمات

۳۔ پوری کتاب میں عربی کلمات کی مجموعی تعداد: ۵۰۸۲۰ کلمات

۴۔ پوری کتاب میں عربی افعال اور اسماء کی گردانوں کی تعداد ۶۳۱۴ گردانیں

۵۔ صرف صغیر کے عربی کلمات کی تعداد ۱۵۴×۵۰=۷۷۰۰ کلمات

۶۔ پوری کتاب میں غلط کلمات کی تعداد تشریح آگے دیکھیے (۱) ۱۵۱۳۲ کلمات

۷۔ مزید غلط یا فالتو کلمات کی تعداد: ۱۵۴×۵۰=۷۷۰۰ کلمات (فعل ثلاثی اور رباعی کے تمام ابواب کی صرف صغیر) تشریح آگے دیکھیے (۲)

۸۔ غلط یا فالتو کلمات کی کل تعداد: ۲۲۸۳۳ کلمات

۹۔ کتاب میں مذکور تمام ابواب کے مصادر کا معنی بچے کی اپنی زبان اردو/ پشتو/ سندھی وغیرہ میں مذکور نہیں بلکہ سب مصادر کے معنی صرف فارسی زبان میں لکھے ہیں۔ ان کی کل تعداد: ۱۷۰ مصادر

۱۰۔ کتاب میں کمسن بچوں کو علم صرف کی ضروری معلومات دینے کی فارسی زبان میں لکھی ہوئی ہدایات کی تعداد: ۴۰ جملے/ عبارتیں

۱۱۔ کتاب کے آخری ۲۰ صفحات میں عربی زبان کے علم صرف کی ضروری اور مفید معلومات کو فارسی نثر (۱۰ صفحات) اور فارسی نظم (۱۰ صفحات) میں پیش کیا گیا ہے۔ کتاب میں موجود فارسی مصادر، نثر اور نظم کو بچے تو کجا اکثر مدرسین بھی نہیں جانتے۔ جبکہ اسے پڑھنے والے کمسن بچے فارسی بالکل نہیں جانتے۔ بقول شاعر:

زبان یار من ترکی ومن ترکی نمیدانم

پھر یہ بھی ملحوظ رہے کہ ہمارے وفاق کے کسی کورس میں فارسی زبان کی تعلیم نہیں دی جاتی۔

۱۲۔ پورے علم صرف کی تمام گردانوں یعنی ۵۰۸۲۰ متنوع عربی کلمات کو بیسیوں بلکہ سینکڑوں بار رٹنے والے کمسن بچوں کو عربی زبان بولنے، پڑھنے اور لکھنے کی عملی تربیت دینے کی مشقوں کی تعداد: کوئی مشق موجود نہیں

۱۳۔ کتاب کے موجودہ ایڈیشن کی طباعت کی تاریخ
قیام پاکستان سے قبل کا ایڈیشن چل رہا ہے۔

۱۴۔ اس مضمون کی تدریس عموماً ایسا کہنہ مشق یا سخت مزاج معلم کرتا ہے جو عصا بردار ہوتا ہے، پھر اس کتاب کا پہلا فعل ضَرَبَ ہے، تو لامحالہ اس کی تعمیل بھی ہوتی ہے۔

نتیجہ: زیادہ بچے مایوس ہو کر تعلیم چھوڑ جاتے ہیں۔

(۱) یہ افعال غلط کیوں ہیں؟ اس بات کی تشریح کے لیے صرف چار مثالوں پر غور کریں۔

①......فعل ماضی معروف تَـصَـرَّف کو لیجئے۔ اس کا فعل مجہول تُصُرِّفَ فِي شَيْءٍ یا تُصُرِّفَ فِيهِ ہوگا۔ صرف تُصُرِّفَ کا کوئی معنی نہیں ہوتا۔ اس لیے صرف تُـصـرف تُصرفا تُصرفوا الخ اور اس فعل کی تمام مجہول گردانیں غلط ہیں۔ عربی زبان میں ان کا کوئی استعمال نہیں ہوتا۔

②......اس طرح فعل ماضی معروف جاءَ کا فعل ماضی مجہول جِيْءَ بِـهٖ صحیح ہوسکتا ہے جبکہ صرف جِـيْءَ جِيْـئَـا جِيْئُوْا الخ اور ایسی دوسری مجہول گردانیں غلط ہیں۔

③......تیسری مثال فعل ماضی معروف اِحْـمَـرَّ ہے۔ یہ لازم فعل ہے۔ اس کا فعل مجہول عربی زبان میں استعمال نہیں ہوتا۔

④......چوتھی مثال۔ فعل ماضی معروف قَـــالَ کا فعل ماضی مجہول قِيْـلَ لِفُلانٍ یَا قِيْلَ لَه صحیح ہوگا جبکہ صرف قِيْلَ قِيْلا قِيْلُوْا الخ ساری گردان کے چودہ صیغے غلط ہوں گے۔ بلکہ اس کے فعل مجہول کی تمام گردانیں غلط ہیں۔

(۲) صرف صغیر کے اکثر صیغے غلط یا فالتو یا بچوں کی سطح سے بلند ہیں۔

①......کسی فعل کی صرف صغیر آگے آنے والی پوری گردانوں میں سے ہر گردان کا صرف پہلا صیغہ ہوتا ہے۔ تو یہ ایک طرح کی مفصل گردان (صرف کبیر) کی فہرست ہوسکتی ہے۔ اس کی یہاں کوئی ضرورت نہیں۔ یہ بلا وجہ بچوں پر بوجھ ہے۔

②......پھر اس میں ہر فعل کا اسم ظرف، اسم آلہ اور اسم تفضیل وغیرہ اور ان کی تصغیر لکھی جاتی ہے۔ ان میں سے اکثر صیغے ایسے ہیں جن کا قرآن کریم، حدیث شریف یا عربی زبان میں استعمال نہیں ہوتا تو پھر انہیں لکھنے کی کیا مجبوری یا فائدہ ہے؟ ایسی باتوں نے اس علم صرف کو کمسن بچوں کے لیے ثقیل اور خوفناک بنایا ہے۔ البتہ ان میں سے مستعمل اور مفید صیغوں کی مناسب تعلیم کا الگ انتظام علم تصریف کی دوسری کتابوں میں (اسماء مشتقہ کے مباحث میں) کیا جاتا ہے، وہ کافی ہے۔ مثلاً اساس الصرف حصہ اول کا آخری سبق ۲۹ فعل تعجب پر ہے۔ اسے پڑھتے ہوئے بچے پانچ مشقیں زبانی اور تحریری حل کرنے کے ساتھ ایک مزے دار نظم، ایک عمدہ شعر اور تقریباً ۶۰ سے زیادہ ایسے عربی جملے پڑھتے، لکھتے اور بولتے ہیں جن میں فعل تعجب کا استعمال ہوا ہے۔ میں اہل فکر کو دعوت دوں گا کہ وہ اس درس کو ایک دفعہ ضرور پڑھیں کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یہ کام کس خوبی سے ہوا ہے، فللہ الحمد۔ پھر یہ بھی غور کریں کہ اس اسلوب تحریر سے زیر تعلیم کمسن بچوں کو کتنا لطف آیا ہوگا؟

پھر یہ بھی مدنظر رہے کہ ان نسبتاً دقیق مسائل کو سال اول کے شروع سے ہی رٹانا اور حفظ کرانا ضروری نہیں بلکہ نامناسب ہے۔ یہ بچوں کی چھوٹی عمر میں عربی زبان کی تفہیم و تعلیم میں مفید تو کجا، بہت مضر ہے۔

ثانیاً: دوسری درسی کتاب علم الصرف آخرین مؤلفہ مولانا مشتاق احمد چرتھاوَلی رحمہ اللہ کا جائزہ

یہ کتاب بھی ابواب الصرف کی طرز پر لکھی گئی ہے، اس میں گردانوں کے ساتھ الفاظ میں تبدیلیوں (تعلیلات وغیرہ) کے قواعد کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں عربی الفاظ کے اردو معنی بھی درج کئے گئے ہیں۔

①...... اس میں کچھ منتخب ابواب (جن کی تعداد تقریباً ۳۰ ۔ ۳۵ ابواب ہوگی) کی صرف صغیر اور صرف کبیر کی مفصل گردانوں کے بیان پر مشتمل ہے۔ ان مفصل گردانوں کی تعداد ۸۳۲ ہے۔

②...... پھر ان ابواب کے افعال اور اسماء کے صیغوں میں واقع ہونے والی متنوع تبدیلیوں (ابدال، تخفیف، ادغام اور تعلیلات) کو بیان کیا گیا ہے۔ ان قواعد کی تعداد تقریباً ۱۴۰ ہے۔

③...... نیز فعل عربی کے تمام ابواب کی خاصیات یعنی ان کے مخصوص استعمالات کو ذکر کیا گیا ہے، ان کی تعداد تقریباً ۱۳۵ ہے۔ یہ تمام مسائل، قاعدے اور قوانین اردو زبان میں مذکور ہیں۔

④...... پوری کتاب میں کم عمر بچوں کو ابتدائی عربی زبان پڑھنے، لکھنے اور بولنے کی تعلیم وتربیت دینے کی کوئی مشق موجود نہیں ہے۔

جائزہ اور تبصرہ:

①...... جامع کتابیں۔ ان دونوں درسی کتابوں میں پورا علم الصرف (عربی افعال اور اسماء کی گردانیں اور اشتقاق کی تفصیلات اور قواعد سمیت) مذکور ہے اور انہیں مفصل بنانے کے لیے صرف صغیر اور صرف کبیر وغیرہ سب کا ذکر ہے، یہ اس فن کی مختصر لیکن جامع کتابیں ہیں۔ ان دونوں کتابوں میں مذکورہ افعال اور اسماء میں پچیس یا تیس فیصد ایسے کلمات ہیں جو نہایت ثقیل یا غریب ہیں اور کمسن بچوں کی سطح سے زیادہ بلند ہیں۔

②...... بچوں کے لیے نہایت مشکل بلکہ ناممکن کتابیں۔ ان دونوں کتابوں میں کم سن بچوں کو تقریباً آٹھ دس ہزار گردانیں یعنی تقریباً ایک لاکھ کلمات اور تین سو دقیق قاعدوں کو رٹنا پڑتا ہے۔ گردانوں اور کلمات کی اتنی بڑی تعداد کو رٹنا ایک نہات مشکل کام ہے بلکہ اکثر بچوں کے لیے ناممکن ہے، اس لیے یہ سبق صرف مضبوط اور سخت مزاج معلم کو دیا جاتا ہے جو وقتاً فوقتاً بچوں کو ڈنڈے سے ڈراتا اور پیٹتا بھی ہے۔ اس طرح وہ چار و ناچار انہیں دو سال تک رٹتے رہتے ہیں۔ اور جو بچے انہیں یاد نہیں کرسکتے وہ مدارس سے فرار ہو جاتے ہیں۔ اس لیے مدرسین کے حلقوں میں یہ شعر مشہور ہے:

دعا ید عو پڑھدے نٹھے　　تے ہل واہندے ڈٹھے

③...... بچوں کے فہم اور سطح سے بلند کتابیں۔ ان دونوں کتابوں میں آدھا مواد ایسے مباحث (جیسے معتل افعال کی تعلیلات، تمام ابواب کی خاصیات، اسماء مشتقہ کی تصغیر وجمع وغیرہ) پر مشتمل ہے جو کمسن بچوں کے فہم اور سطح سے زیادہ بلند ہے۔ عرب ممالک کے نصاب میں ان مباحث کو ایف اے یا بی اے کے طلبہ پڑھتے ہیں۔

④...... دونوں کتابوں میں عربی زبان کی تعلیم نہیں دی جاتی۔ جیسا کہ آپ نے دیکھا ان دونوں نصابی کتابوں میں زیر تعلیم بچوں کو عربی زبان کے عملی استعمال کی کوئی مشق موجود نہیں ہے۔ یوں دو سال کے اس طویل عرصے میں ان گردانوں اور کلمات کے عملی استعمال یعنی ابتدائی عربی زبان کو پڑھنے، لکھنے اور بولنے کی کوئی مشق نہیں کرائی جاتی۔ اصولی طور پر عربی ایسی آسان اور مقدس زبان کا سیکھنا ایک دلچسپ، پرکشش اور بچوں کا محبوب مشغلہ ہوتا ہے، اور وہ اس شوق کی تکمیل کے لیے اسلامی مدارس میں داخل ہوتے ہیں لیکن جب وہ اور ان کے والدین دیکھتے ہیں کہ ان کی نصابی کتابیں اور طریقہ تدریس عربی زبان پڑھنا، بولنا اور لکھنا نہیں سکھاتے تو ان کے دلوں میں اکتاہٹ پیدا ہوتی ہے اور وہ مایوس ہوتے ہیں اور بالآخر تعلیم کو چھوڑ کر مدارس سے فرار ہونے کو ترجیح دیتے ہیں۔

⑤...... افراط وتفریط کی خطرناک مثال۔ آپ ملاحظہ فرمائیں کہ مکمل علم الصرف کی تمام گردانوں اور مباحث پر مشتمل ان دونوں جامع کتابوں میں ایک طرف تو علم صرف کے دقیق سے دقیق تر مسائل کو اور تمام گردانوں کو ذکر کر دیا گیا ہے اور ان کے ذکر کے دوران بچوں کی علمی و فکری سطح کا لحاظ کرتے ہوئے تدریج کو بھی ملحوظ نہیں رکھا گیا جبکہ دوسری طرف ان تمام دقیق مباحث، ثقیل قاعدوں اور گردانوں کو پڑھنے کے بنیادی مقصد یعنی عربی زبان کو صحت کے ساتھ پڑھنے، بولنے اور لکھنے کی تعلیم وتربیت کو بالکل نظرانداز کر دیا گیا ہے جس سے انہیں پڑھنے والے بچوں بلکہ ان کی تدریس کرنے والے معلمین کی تعلیم وتربیت پر دوررس منفی اثرات اور نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ اور جب وہ دیکھتے ہیں کہ عربی زبان کی تدریس نسل در نسل اسی نہج پر ہوتی آئی ہے تو وہ یقین کر لیتے ہیں

کہ اس زبان کا مزاج یہی ہے اور اسے سیکھنے کا صرف یہی طریقہ ہے۔ اور چونکہ وہ گردانوں اور قواعد کے ان لامتناہی سلسلوں کو رٹ رٹ کر زبانی یاد نہیں کر سکتے تو وہ اس راہ کی مشکلات کو دیکھ کر مدرسے سے بھاگ نکلتے ہیں اور جو بچے متنوع مجبوریوں کی وجہ سے وہاں باقی رہتے ہیں وہ بھی زیادہ خوش نہیں ہوتے۔

ہمارے بچوں کو انگریزی گرامر کیسے پڑھائی جاتی ہے؟

عربی زبان کے مشہور شاعر متنبّی نے کہا تھا:

وبِضِدِّ هَا تَـتَـبَـيَّـنُ الأَشْيَاءُ .

''چیزوں کی حقیقت ان کے اپنے مقابل کے موازنے سے خوب عیاں ہوتی ہے۔''

اس ''مظلوم عربی زبان'' کے مقابلے میں آیئے دیکھیں کہ ہمارے ملک میں ہمارے کمسن بچوں کو انگریزی گرامر کیسے پڑھائی جاتی ہے؟

اس وقت میرے سامنے سکول کی جماعت ششم کے بچوں کے لیے مرتبہ انگریزی گرامر کی کتاب شوق کمپوزیشن اینڈ ٹرانسلیشن مطبوعہ شوق پبلی کیشنز راولپنڈی موجود ہے۔ اس کے سبق ۷ کا عنوان use of these,those ہے۔ گرامر کے اس قاعدے کو پہلے انگریزی زبان میں صرف دو سطروں میں بیان کیا گیا ہے، بعد میں اس کا اردو ترجمہ ایک سطر میں آیا ہے یعنی گرامر کا بیان صرف تین سطروں میں کر دیا گیا ہے۔ بعد ازاں ان دو کلمات کے استعمال کی ٦ مثالیں لکھی گئی ہیں۔ پھر بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے ان دو کلمات کے عملی استعمالات کی ٦ مشقیں لکھی گئی ہیں جن میں زیر تعلیم بچے انگریزی زبان کے ۹۳ جملوں کو سمجھنے، پڑھنے اور لکھنے کی مشق کرتے ہیں۔ اگر شروع کی ٦ مثالوں کو ان کے ساتھ شامل کر لیں تو ان کی تعلیم و تربیت کے لیے لکھے گئے جملوں کی تعداد ۹۹ ہوگی۔ یہ اردو میڈیم سکولز میں انگریزی گرامر کی تعلیم کی مثال ہے، رہے انگلش میڈیم سکولز تو ان میں کسی مقامی زبان اردو یا سندھی یا پشتو وغیرہ کو استعمال نہیں کیا جاتا۔

مسائل اور مشکلات کا حل:

ان مسائل اور مشکلات کو درج ذیل اصولوں کی روشنی میں آسانی اور کامیابی سے حل کیا جا سکتا ہے۔

اولاً: کمسن بچوں کی تعلیم و تربیت کو آسان بنانے کے بارے اسلامی ہدایات پر عمل کیا جائے۔

ابتدا میں میں نے رسول اللہ ﷺ کے جس ارشاد گرامی کا ذکر کیا ہے ناظمین اور معلّمین/معلّمات اسے سامنے رکھیں۔ اور اس کے ساتھ آپ کے اس ارشاد گرامی:

يا مُعَاذُ اَفَتَّانٌ أَنْتَ؟ ثلاثًا .

''اے معاذ، کیا آپ لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں؟ آپ نے تین بار ڈانٹا۔'' [صحيح البخاری ٦١٠٦]

کو بھی پورے واقعہ سمیت پڑھیں اور ان پر غور کریں۔ ہمیں ان سے بچوں اور عام لوگوں کی تعلیم و تربیت بارے ایسے قیمتی اور سنہری اصول ملتے ہیں جن کی پیروی میں ہم سب کی کامیابی اور نجات ہے۔ میں نے کئی اجتماعات اور کانفرنسوں میں مسلمان ماہرین تعلیم اور ماہرین تعلیمی نفسیات سے سنا ہے کہ اس علاقے کے اسلامی مدارس کے نصاب تعلیم اور طریقہ تدریس دونوں میں ان اسلامی اصولوں کی سخت خلاف ورزی کی کئی شکلیں پائی جاتی ہیں۔ میری رائے میں ان کا یہ تجزیہ درست ہے۔ اس کی ایک مثال علم صرف کی تدریس ہے جو بنیادی طور پر ایک آسان اور دلچسپ فن ہے لیکن ہمارے اداروں میں یہ ثقیل ترین اور خوفناک مضمون بن گیا ہے۔ یہ ہمارے نسل در نسل جمود کا نتیجہ ہے۔ علامہ اقبال نے درست کہا ہے۔

آئین نو سے ڈرنا، طرز کہن پہ اڑنا
منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں

ثانیاً: علم صرف کی تدریس کو آسان بنایا جائے:

① ......صرف صغیر کی تدریس کو مستقل طور پر بند کر دیا جائے۔

② ...... پہلے نصف تعلیمی سال کے دوران یہ گردانیں نہ پڑھائی جائیں۔

(ا) نون تاکید ثقیلہ کی گردانیں

(ب) نون تاکید خفیفہ کی گردانیں

③...... پہلے نصف تعلیمی سال کے دوران اسم فاعل اور اسم مفعول کے صرف پہلے چھ صیغے پڑھائے جائیں۔ باقی صیغوں کو ٦ ماہ بعد پڑھایا جائے۔

④......اسم ظرف، اسم آلہ، اُفعل التفضیل اور فعل تعجب کی گردانیں پہلے تعلیمی سال کے دوران نہ پڑھائی جائیں۔ انہیں دوسرے سال کے آغاز پر پڑھایا جائے۔

ثالثاً: علم صرف کی تدریس کو پرکشش اور بامقصد بنایا جائے:

اس کی آسان صورت یہ ہے کہ جن افعال یا اسماء کی تدریس ہو رہی ہو، بچوں کو ان کے عملی استعمال یعنی انہیں اپنے جملوں میں استعمال کرنے، پڑھنے، لکھنے اور بولنے کی مشق اور تربیت کرائی جائے۔ اس پریکٹس سے کئی فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

اولاً: بچوں کو ان افعال یا اسماء کا اچھا فہم حاصل ہوتا ہے۔

ثانیاً: ان کے استعمال کا طریقہ معلوم ہوتا ہے۔ جب وہ انہیں آسانی اور شوق سے پڑھنے، لکھنے اور بولنے کی مشق کرتے ہیں تو ان کے دلوں میں خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے۔

ثالثاً: انہیں یقین ہو جاتا ہے کہ وہ سیدنا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کی عربی زبان کو پڑھنے اور لکھنے کی صلاحیت حاصل کرتے ہوئے اپنی منزل مقصود کی جانب سفر کر رہے ہیں۔ یہ اعتماد اور یقین ان کی محنت اور ترقی کا باعث بنتا ہے۔

رابعاً: علم صرف کے نصاب کو فوراً تبدیل کیا جائے:

مذکورہ بالا تجاویز کے مطابق سال اول، سال دوم اور سال سوم کے کمسن بچوں کے لیے علم صرف کا نیا نصاب حسب ذیل ہونا چاہیے۔

مرحلة الدراسة الثانوية العامة

السنة الأولي

الصرف الجميل الجزء الأول (فعل صحيح اور فعل مضعف کے ابواب) ٥٠

أساس الصرف الجزء الأول ٥٠ = ١٠٠

السنة الثانية

الصرف الجميل الجزء الثاني (صرف فعل مهموز کے ابواب) ٥٠

أساس الصرف الجزء الثاني ٥٠ = ١٠٠

نیز اس کے بعد مرحلة الدراسة الثانوية الخاصة کے سال اول میں علم صرف کا نصاب یہ ہونا چاہیے:

مرحلة الدراسة الثانوية الخاصة

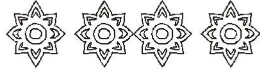
السنة الأولي

الصرف الجميل الجزء الثاني (ابواب الفعل المعتل كلها) ٥٠

أساس الصرف الجزء الثالث ٥٠ = ١٠٠

مجھے امید ہے کہ ان تجاویز پر عمل کرنے سے ہمارے اداروں میں علم صرف ایک دلچسپ، بامقصد، نہایت مفید اور بچوں کا پسندیدہ مضمون بن جائے گا۔ان شاء الله تعالى وهو الموفق والمستعان۔

آپ کی آرا کا منتظر محمد بشیر (051-2253733)



انٹرویو مولانا عبد الغفار حسن

والد محترم مولانا عبد الغفار حسن ﷫ کی سوانح حیات زیر طبع ہے۔ اس سلسلے میں اُن کا ایک انٹرویو جا ماہنامہ ترجمان الحدیث فیصل آباد (١٩٨٩،٩٠ء) کے کسی شمارے میں دو قسطوں میں شائع ہوا، مطلوب ہے۔ ہر ممکنہ جگہ پر تلاش کیا گیا لیکن دستیاب نہ ہوسکا۔ اگر کسی صاحب کے پاس یہ شمارہ موجود ہوں تو برائے مہربانی اصل شمارے یا اُن کی فوٹو کاپی ہمیں بھیجی جائے تا کہ اس انٹرویو کو کتاب میں شامل کیا جاسکے۔ اصل شمارے فوٹو کروانے کے بعد ذمہ داری سے واپس بھجوا دیئے جائیں گے۔ علاوہ ازیں اگر والد محترم کی سوانح سے متعلق کسی بھی قسم کی کوئی معلومات کسی کے پاس موجود ہوں تو بھیج کر شکریہ کا موقع دیں۔ اُمید ہے کہ حضرات اہل علم اس سلسلے میں بھرپور تعاون فرمائیں گے۔

[سہیل حسن بن مولانا عبد الغفار حسن ﷫، مسجد التوحید (اہل حدیث)، گلی نمبر 62۔ رابطہ: 0334-5138522]

احکام و مسائل

قسط نمبر ①

مسئلۂ رؤیتِ ہلال

شرعی دلائل کی روشنی میں

حافظ صلاح الدین یوسف (مشیر وفاقی شرعی عدالت، پاکستان۔ مدیر: شعبۂ تحقیق وتالیف دارالسلام، لاہور

قابل غور نقاط:

رمضان اور عیدین کے موقع پر اکثر و بیشتر ہمارے ملک میں چاند کے مسئلے پر اختلاف رُونما ہوجاتا ہے اور نئی نئی تجاویز اس کے حل کے لیے سامنے آتی ہیں۔ اس سلسلے میں قابل غور باتیں حسبِ ذیل ہیں:

- اس مسئلے کی نوعیت اور اس کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟
- کیا اس خواہش کی کوئی شرعی حیثیت یا بنیاد ہے کہ عالم اسلام میں عیدین اور رمضان کا آغاز ایک ہی روز ہو؟
- کیا سعودی عرب کی رؤیت کو اس کے لیے بنیاد بنایا جاسکتا ہے؟
- اختلاف مطالع کا اعتبار ہے یا نہیں؟
- کیا رؤیت میں علم فلکیات سے کچھ مدد لی جاسکتی ہے؟
- کیا اس کی بنیاد پر پورے سال کے لیے کیلنڈر بنایا جاسکتا ہے؟
- جہاں موسم اکثر ابر آلود رہتا ہو اور وہاں رؤیت کا اہتمام ممکن ہی نہ ہو، ایسے ممالک میں رؤیت کا اثبات کس طرح ہوگا؟
- فقہ حنفی کا مسئلہ اور پاک و ہند کے علمائے احناف کا موقف
- ایک علاقے کے لوگوں کا یہ موقف کہاں تک صحیح ہے کہ انھوں نے غیر سرکاری کمیٹیاں بنائی ہوئی ہیں اور وہ مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کے برعکس فیصلہ کرکے ایک یا دو روز پہلے ہی چاند کی رؤیت کا اعلان کردیتے ہیں؟
- رؤیت کے اثبات کے لیے کتنے گواہ ضروری ہیں؟
- وزارتِ مذہبی امور کی تجاویز جو چند سال قبل منظر عام پر آئی تھیں، ان کی حیثیت کیا ہے؟
- اس مسئلے کے حل کے لیے کس قسم کے اقدامات کی ضرورت ہے؟

چوں کہ رمضان المبارک کا آغاز و اختتام چاند دیکھنے ہی سے ہوتا ہے، اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ رؤیت ہلال سے متعلقہ مذکورہ پہلوؤں پر روشنی ڈال دی جائے تا کہ ہر سال پیش آنے والے ان معاملات کو قرآن و حدیث کی روشنی میں سمجھا اور حل کیا جاسکے۔

إن أريد إلا الإصلاح ما استطعت وما توفيقي إلا بالله .

مذکورہ نقاط کا حل

نوعیت مسئلہ:

شرعی دلائل کی رُو سے ایک جگہ کی رؤیت دوسری جگہوں کے لیے معتبر نہیں ہے بلکہ ہر علاقے کی رؤیت صرف اسی علاقے کے لوگوں کے لیے معتبر ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ﴾

''جو کوئی تم میں سے اس مہینے میں موجود ہو، اسے چاہیے کہ وہ اس کے (پورے) روزے رکھے۔'' [البقرة 2:185]

اور اس مہینے کے روزے اسی پر فرض ہوں گے جو رمضان المبارک کا چاند دیکھے گا، رؤیت ہلال کے بغیر رمضان کا اس کی موجودگی میں تحقق ہی نہیں ہوگا، اسی لیے رسول اللہ ﷺ کا فرمانِ گرامی ہے:

"صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ فَإِنْ غُمِّيَ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلاثِينَ ."

''تم چاند دیکھ کر ہی روزہ رکھو (رمضان کا آغاز کرو) اور چاند دیکھ کر ہی روزہ افطار (روزہ رکھنا ترک اور عید) کرو، اگر تم پر بادل چھا جائیں (اور اس کی وجہ سے چاند نہ دیکھ سکو) تو شعبان کے 30 دنوں کی گنتی پوری کرو۔'' [صحيح البخاري، الصوم، باب قول النبي ﷺ اذا رأيتُمُ الهلال

فصوموا...... ، حدیث: 1909]

اگر مثلاً: اہل مکہ یا اہل مصر چاند دیکھ لیں لیکن دوسرے علاقے کے لوگ اسے نہ دیکھ سکیں تو اہلِ مکہ یا اہلِ مصر کے لیے تو رؤیت ثابت ہوگئی اور وہ اس کی بنیاد پر رمضان کے آغاز یا اختتام کا فیصلہ کریں گے لیکن دوسرے علاقے کے لوگ کس طرح یہ فیصلہ کرسکتے ہیں جبکہ انھوں نے چاند دیکھا ہی نہ ہو۔

عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک نظیر:

علاوہ ازیں اس کی ایک دوسری وجہ عہد صحابہ کی ایک نظیر ہے جس سے اسی موقف کی تائید ہوتی ہے جو مذکورہ سطور میں پیش کیا گیا ہے...... وہ واقعہ حسب ذیل ہے:

''حضرت کریب رحمہ اللہ (تابعی) بیان کرتے ہیں کہ مجھے ام الفضل نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس شام بھیجا۔ میں وہاں گیا اور اپنا کام پورا کیا اور ملک شام ہی میں میری موجودگی میں وہاں رمضان کا چاند ہوگیا اور یہ جمعہ کی رات تھی۔ پھر جب میں مہینے کے آخر میں مدینہ واپس آیا، تو مجھ سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے پوچھا کہ تم نے وہاں چاند کب دیکھا تھا، میں نے بتلایا کہ جمعے کی رات کو، انھوں نے پوچھا: تم نے خود دیکھا تھا؟ میں نے کہا: ہاں میں نے بھی اور دوسرے لوگوں نے بھی دیکھا اور اس کے مطابق ہی لوگوں نے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے روزے رکھے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لیکن ہم نے تو یہاں (مدینے میں) ہفتے کی رات کو چاند دیکھا تھا، چنانچہ ہم تو پورے تیس روزے رکھیں گے یا پھر (29 رمضان کو) ہم چاند دیکھ لیں۔ تو میں نے کہا: کیا آپ کے لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی رؤیت اور ان کا روزہ رکھنا کافی نہیں ہے؟ انھوں نے فرمایا: نہیں، ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح ہی حکم دیا ہے۔'' [صحیح مسلم، الصیام، باب بیان أن لکل بلد رؤیتھم و أنھم اذا رأوا الھلال ببلد لا یثبت حکمه لما بعد عنھم]

......صحیح مسلم کی احادیث کی تبویب کرتے ہوئے امام نووی رحمہ اللہ نے اس واقعے پر باب کا جو عنوان دیا ہے، جس کی عربی عبارت حوالے میں موجود ہے۔ اس کا ترجمہ ہی یہ ہے:

''اس بات کا بیان کہ ہر علاقے کے لیے ان کی اپنی رؤیت ہے، نیز یہ کہ جب کسی علاقے کے لوگ چاند دیکھ لیں تو رؤیت ان لوگوں کے حق میں ثابت نہیں ہوگی جو اُن سے دور ہوں گے۔''

پھر امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

"و إنما رَدَّه لأن الرؤية لا يثبت حكمها في حق البعيد."

''حضرت ابن عباس نے حضرت کریب رحمہ اللہ کی رؤیت کو اس لیے تسلیم نہیں کیا کہ رؤیت کا حکم دور والے لوگوں کے حق میں ثابت نہیں ہوتا۔'' [صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب وجوبِ صومِ رمضان، حدیث :1080]

امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی یہ واقعہ اپنی سنن ترمذی کے ابوابُ الصوم میں نقل کیا ہے اور انھوں نے بھی اس پر یہ عنوان قائم کیا ہے:

"باب ماجاء لكل أهل بلد رؤيتهم."

''اس بات کا بیان کہ ہر علاقے کے لوگوں کے لیے ان کی اپنی رؤیت ہے۔''

بہرحال اس میں واضح طور پر موجود ہے کہ صحابیِ رسول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مدینے والوں کے لیے شام کی رؤیت کا اعتبار نہیں کیا، جس سے اسی موقف کا اثبات ہوتا ہے کہ پورے عالم اسلام کے لیے کسی ایک ہی علاقے کی رؤیت کافی نہیں ہے۔ اور احادیث سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"لَا تَصُومُوا حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ وَلَا تُفْطِرُوا حَتّٰى تَرَوْهُ فَإِنْ أُغْمِيَ عَلَيْكُمْ فَاقْدِرُوا لَهُ."

''اور اس وقت تک روزہ نہ رکھو، جب تک چاند نہ دیکھ لو اور اس وقت تک روزہ افطار (روزہ رکھنا ترک اور عید) نہ کرو، جب تک چاند دیکھ نہ لو، اگر بادل چھا جائیں تو پھر (تیس دن کا) اندازہ پورا کرو۔'' [شرح صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب وجوبِ صومِ رمضان، حدیث :1080]

اس کی تیسری وجہ یہ ہے کہ عیدین اگر چہ مسلمانوں کے ملی تہوار ہیں۔ لیکن یہ دوسرے مذاہب کے سے ملی تہوار نہیں، جن میں وہ لوگ تہوار کی سرمستی میں ہر چیز کو فراموش کر دیتے ہیں حتی کہ تمام اخلاقی قدروں اور ضابطوں اور تمام بندھنوں سے آزاد ہو جاتے ہیں۔ اسلام میں ایسا نہیں ہے۔ اسلام میں عیدین کا آغاز بھی اللہ کی تکبیر و تحمید اور اس کی بارگاہ میں دوگانہ ادا کر کے اس کے سامنے عجز و نیاز کے اظہار سے ہوتا ہے اور پھر کسی بھی مرحلے میں اس آزاد روی کی اجازت نہیں ہے جس کا مظاہرہ عیدین کے موقعوں پر دوسرے لوگوں کی دیکھا دیکھی اور نقالی میں، جاہل مسلمانوں اور شریعت سے ناآشنا لوگوں کی طرف سے کیا جاتا ہے کہ وہ بھی خدا فراموش اور اخلاقی حدود سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔

اسلام میں عیدین کی حیثیت ملی تہوار کے علاوہ عبادت کی بھی ہے۔ اور رمضان المبارک تو ہے ہی عبادات کا خصوصی مہینہ، اس لیے ان میں وحدت کا اہتمام غیر ضروری ہے۔ جس طرح عالم اسلام میں بلکہ ایک ملک میں بھی نمازوں کے اوقات میں فرق وتفاوت ہے، اور اسے وحدت کے منافی نہیں سمجھا جاتا، تو عالم اسلام میں رؤیتِ ہلال کے حساب سے الگ الگ دن عیدین اور رمضان کے آغاز کو، عالم اسلام کی وحدت کے منافی کیوں کر سمجھا جائے؟ اپنے اپنے حساب سے ہر ملک میں الگ الگ عید منائی جاسکتی ہے اور رمضان کے روزے رکھے جاسکتے ہیں۔ شریعت نے ایسا کوئی حکم دیا ہے اور نہ اس کا کوئی اہتمام ہی کیا ہے کہ مسلمان زیادہ سے زیادہ ایک ہی دن عید منائیں اور ایک ہی دن روزے رکھیں۔ بلکہ اس کے برعکس یہ حکم دیا گیا ہے:

صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ . [صحيح مسلم، كتاب الصيام]

''چاند دیکھ کر روزے رکھو (رمضان کا آغاز کرو) اور چاند دیکھ کر افطار (روزہ رکھنا ترک اور عید) کرو۔''

جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جب تک ہر ملک میں اس کے حساب سے رؤیتِ ہلال کا اثبات نہ ہو جائے، نہ رمضان کا آغاز کرنا صحیح ہے اور نہ روزے ختم کر کے عید کا اہتمام کرنا مناسب ہے۔ بلکہ بعض صورتوں میں ایک ہی ملک کے دور دراز علاقوں میں بھی رمضان اور عید کا الگ الگ اہتمام ہو سکتا ہے، بشرطیکہ رؤیت کے شرعی تقاضوں کا خیال رکھا گیا ہو۔ اس کی کچھ مزید تفصیل آگے آئے گی۔

جیسے ہر ملک اور علاقے میں جب تک صبح صادق نہ ہو جائے، فجر کی نماز نہیں پڑھی جاسکتی اور جب تک سورج غروب نہ ہو جائے مغرب کی نماز نہیں پڑھی جاسکتی، اسی طرح رؤیتِ ہلال کا مسئلہ بھی ہے۔ یہ بھی طلوع و غروب شمس کی طرح اختلافِ مطالع کے اعتبار سے مختلف ہوسکتا ہے اور ہوتا ہے، اس میں نہ یکسانیت و وحدت پیدا کی جاسکتی ہے اور نہ اس کا ہمیں کوئی حکم ہی دیا گیا ہے۔ چودہ صدیوں سے عالم اسلام میں اپنے اپنے حساب سے عیدین اور رمضان کا اہتمام ہوتا چلا آرہا ہے، اسے کبھی بھی وحدت و یک جہتی کے منافی نہیں سمجھا گیا۔ اب ایسا کرنا کیوں کر وحدت کے منافی ہو جائے گا؟

بعض جلیل القدر علمائے احناف نے تو صرف پاکستان کی حد تک بھی ایک ہی دن عید منانے کو شرعی لحاظ سے غیر ضروری قرار دیا ہے...... چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

> ''اگر چہ شرعی حیثیت سے اس کی کوئی اہمیت نہیں کہ پورے ملک میں عید ایک ہی دن ہو۔ اسلام کے قرونِ اُولیٰ میں اس وقت کے موجودہ ذرائع مواصلات کو بھی اس کام میں استعمال کرنے اور عید ایک ہی دن منانے کا کوئی اہتمام نہیں ہوا اور ملک کے وسیع و عریض ہونے کی صورت میں شدید اختلافِ مطالع کی مشکلات بھی اس میں پیش آسکتی ہیں۔ لیکن پاکستان کے عوام اور حکومت کی اگر یہی خواہش ہے کہ عید پورے پاکستان میں ایک ہی دن ہو تو شرعی اعتبار سے اس کی بھی گنجائش ہے۔ شرط یہ ہے کہ عید کا اعلان پوری طرح شرعی ضابطۂ شہادت کے تابع ہو۔'' [جواهر الفقه، مفتی محمد شفیع مرحوم: جلد اول، ص 398,397]

اس تحریر پر مولانا مفتی محمد شفیع کے علاوہ، مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا محمد یوسف بنوری اور مولانا مفتی رشید احمد صاحبان کے بھی دستخط ہیں اور یہ تحریر 1386ھ (آج سے 45 سال پہلے) کی ہے۔ اس میں مذکورہ عبارت کے بعد شہادت کا وہ ضابطہ بیان کیا گیا ہے جس کے مطابق مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی چاند کے ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کرتی ہے۔ ہم نے یہ اقتباس

صرف اس لیے پیش کیا ہے کہ اس میں صرف ایک ملک کے اندر بھی عید کی وحدت کو غیر ضروری قرار دیا گیا ہے (جو فی الواقع درست بھی ہے) چہ جائیکہ عالم اسلام میں ایک ہی دن عید کا اہتمام ضروری قرار دیا جائے۔ اختلافِ مطالع میں بہت زیادہ فرق کی صورت میں رؤیتِ ہلال میں جو مشکلات ہیں، اس کا بھی اعتراف ہے۔ جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ اختلافِ مطالع میں بہت زیادہ فرق کو نظر انداز کرنا صحیح نہیں ہے، اس لیے کسی ایک چھوٹے ملک کی حد تک، تو عیدین و رمضان میں وَحدت کا اہتمام ممکن ہے اور صحیح بھی ہوسکتا ہے کیونکہ اس کے مختلف علاقوں میں مطالع کا اختلاف زیادہ نہیں ہوتا، تھوڑا بہت جو اختلاف ہے اسے نا قابل اعتبار قرار دیا جاسکتا ہے لیکن جن ملکوں کے درمیان مطالع کا بہت زیادہ اختلاف اور فرق ہے، اسے کیوں کرنا قابل اعتبار قرار دیا جاسکتا ہے؟ اس کے لیے جب تک کوئی معقول شرعی دلیل نہیں ہوگی، اسے تسلیم کرنا مشکل ہے۔

مذکورہ تفصیل سے مسئلے کی نوعیت بھی واضح ہوگئی اور وہ یہ کہ ہر اسلامی مہینے کے لیے چاند کا دیکھا جانا ضروری ہے، اس کے بغیر مہینے کا آغاز نہیں کیا جاسکتا۔

دوسرا، یہ بھی واضح ہوگیا کہ اس خواہش کی کوئی شرعی حیثیت یا بنیاد نہیں ہے کہ تمام عالمِ اسلام یا ایک وسیع اور بلادِ بعیدہ کے حامل ملک میں عیدین اور رمضان کا آغاز ایک ہی دن ہو۔

تیسرا، سعودی عرب کو بھی، جس کو عالم اسلام میں ایک خصوصی اور مرکزی حیثیت حاصل ہے، اس کے لیے بنیاد نہیں بنایا جاسکتا۔

اختلافِ مطالع کا اعتبار ہے یا نہیں؟

مذکورہ تفصیل سے اگرچہ اس امر کی بھی وضاحت ہوجاتی ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار ہے، یعنی دور دراز کے علاقوں کی رؤیت ان علاقوں کے لیے کافی نہیں ہے جن کے مطالع میں بہت زیادہ فرق ہے، مثلاً ایک جگہ ظہر کا وقت ہے تو دوسری جگہ رات کا بھی کچھ حصہ گزر چکا ہے، اور یوں چاند کے طلوع ہونے میں بھی اکثر و بیشتر ایک یا دو دن کا فرق واقع ہوجاتا ہے۔

لیکن چونکہ حنفی مذہب میں ظاہر الروایۃ کے مطابق اختلافِ مطالع کی کوئی اہمیت نہیں ہے، اس لیے پاکستان کے بعض احناف کے نزدیک پورے عالم اسلام میں ایک ہی دن عید اور رمضان کا آغاز کیا جاسکتا ہے اور علمائے احناف کا یہ گروہ اسی پر زور دے رہا ہے۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ پاک و ہند کے حنفی علماء بھی اختلافِ مطالع کا اعتبار کرنے کے قائل ہیں، یعنی وہ کسی ایک ہی جگہ کی رؤیت کو پورے عالم اسلام کے لیے کافی نہیں سمجھتے۔ پاکستان کے جیّد علمائے احناف کی رائے پر مبنی ایک اقتباس ہم ''جواہر الفقہ'' سے نقل کر چکے ہیں جس میں انھوں نے وضاحت کی ہے کہ وحدت کے لیے ایک ہی دن عید منانا ضروری نہیں ہے۔ اب ہم ذیل میں ایک ہندوستانی حنفی عالم کی کتاب سے یہ بحث نقل کرتے ہیں جس میں انھوں نے حنفی فقہاء و علماء کی آراء نقل کر کے ثابت کیا ہے کہ اختلافِ مطالع کا اعتبار ہے اور بھارت کے تمام اہل سنت کے مکاتب فکر کا متفقہ فیصلہ بھی نقل کیا ہے جس میں اختلاف مطالع کو معتبر قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

اختلافِ مطالع کی بحث

یہ مسئلہ گو اپنی نوعیت کے لحاظ سے قدیم ہے لیکن عصر حاضر کے انکشافات نیز تیز ذرائع مواصلات کی دریافت نے اسے پھر جدید مسائل کی فہرست میں داخل کر دیا ہے۔

مَطْلَعْ کے معنی ''چاند کے طلوع ہونے کی جگہ'' کے ہیں۔ اس طرح ''اختلافِ مطلع'' کا مطلب یہ ہوا کہ دنیا کے مختلف خطوں میں چاند کے طلوع ہونے اور نظر آنے کی جگہ الگ الگ ہوا کرتی ہے، لہٰذا عین ممکن ہے کہ ایک جگہ چاند نمودار ہو اور دوسری جگہ نہ ہو۔ ایک جگہ ایک دِن چاند نظر آئے اور دوسری جگہ دوسرے دن...... اب یہاں دو سوالات ہیں:

ایک یہ کہ ''اختلافِ مطلع'' پایا جاتا ہے یا نہیں؟

دوسرے اگر پایا جاتا ہے تو اس کا اعتبار بھی ہوگا یا نہیں؟

پہلا مسئلہ اب نظری نہیں رہا بلکہ یہ بات مشاہدہ اور تجربہ کی سطح پر ثابت ہوچکی ہے کہ دنیا کے مختلف علاقوں میں مطلع کا اختلاف پایا جاتا ہے، اس لیے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کے بعض مقامات ایسے ہیں جن کے درمیان بارہ بارہ گھنٹوں کا فرق ہے۔ عین اس وقت جب ایک جگہ دن اپنے شباب پر ہوتا ہے تو دوسری جگہ رات اپنا آدھا سفر طے کرچکی ہوتی ہے۔ ٹھیک اس وقت جب ایک مقام پر ظہر ہوتی ہے، دوسری جگہ مغرب کا وقت ہوچکا ہوتا ہے۔ ظاہر ہے ان حالات میں ان کا مطلع ایک ہو ہی

نہیں سکتا۔ فرض کیجیے کہ جہاں مغرب کا وقت ہے، اگر وہاں چاند نظر آئے تو کیا جہاں ظہر کا وقت ہے وہاں بھی چاند نظر آجائے گا یا اس کو مغرب کا وقت تسلیم کرلیا جائے گا............؟

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اس مطلع کا اختلاف معتبر بھی ہوگا یا نہیں؟ احناف کا مشہور مسلک یہی ہے کہ اختلافِ مطالع کا اعتبار نہیں ہے، یعنی اگر مشرق کے کسی خطے میں چاند نظر آیا تو وہ مغربی خطوں کے باشندوں کے لیے بھی حجت ہوگا اور یہی رؤیت ان کے لیے عیدین ورمضان ثابت کرنے کو کافی ہوگی۔

امام شافعی ؒ اور کچھ دوسرے فقہاء کے یہاں اس اختلافِ مطالع کا اعتبار ہے اور ان کے یہاں ایک مقام کی رؤیت دوسرے مقام کے لیے بھی رؤیت اور چاند دیکھے جانے کی دلیل نہیں ہے۔ وہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جس روایت کو وہ اپنی دلیل بناتے ہیں وہ ان کے نقطۂ نظر کے لیے صریح اور دوٹوک نہیں ہے، البتہ یہ بات بہت واضح ہے کہ نمازوں کے اوقات میں سبھی اختلافِ مطالع کا اعتبار کرتے ہیں۔ اگر ایک جگہ ظہر یا عشاء کا وقت ہو چکا ہو اور دوسری جگہ نہ ہوا ہو تو جہاں وقت نہ ہوا ہو وہاں کے لوگ محض اس بنا پر ظہر وعشاء کی نماز ادا نہیں کر سکتے کہ دوسری جگہ ان نمازوں کا وقت ہو چکا ہے یا اگر ایک جگہ مہینہ کا 28 واں ہی دن ہے اور دوسری جگہ 29 واں، جہاں چاند نظر آ گیا تو محض اس بنا پر 28 ویں تاریخ ہی پر مہینہ کر کے اگلے دن رمضان یا عید نہیں کی جائے گی کہ دوسری جگہ چاند نظر آ گیا ہے۔

اس لیے یہ بات فطری اور انتہائی منطقی ہے کہ مطلع کے اختلاف کا اور اسی لحاظ سے رمضان اور عید کا اختلاف تسلیم کرنا ہی پڑے گا۔ فقہائے متقدمین کے دور میں اول تو معلوم کائنات کی یہ وسعت دریافت ہی نہ ہوئی تھی اور ممالک ہی نہیں کئی براعظموں سے دنیا بے خبر اور نا آشنا تھی، پھر اس میں بھی مسلمان جزیرۃ العرب اور خلیجی علاقوں میں محدود تھے، اس وقت تک شاید یہ بات ممکن رہی ہو اور ان کے مطلع میں اتنا فرق نہ رہا ہو کہ اس کو الگ الگ سمجھا جائے، اس لیے فقہاء نے ایسا کہا ہے، چنانچہ خود فقہائے احناف میں بھی مختلف محققین نے اختلافِ مطالع کا اعتبار کیا ہے۔

حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی فرنگی محل نے اس موضوع پر تفصیل سے گفتگو کی ہے اور مختلف فقہاء کی عبارتیں نقل کی ہیں جو یہاں ذکر کی جاتی ہیں، مشہور کتاب ''مراقی الفلاح'' کے مصنف لکھتے ہیں:

"وَ قِيلَ يَخْتَلِفُ ثُبُوتُهُ، بِاخْتِلَافِ الْمَطَالِعِ وَاخْتَارَهُ صَاحِبُ التَّجْرِيدِ كَمَا إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ عِنْدَ قَوْمٍ وَ غَرَبَتْ عِنْدَ غَيْرِهِمْ فَالظُّهْرُ عَلَى الْأَوَّلَيْنِ لَا الْمَغْرِبُ لِعَدَمِ انْعِقَادِ السَّبَبِ فِي حَقِّهِمْ."

''بعض حضرات کی رائے ہے کہ اختلافِ مطالع کی وجہ سے رؤیتِ ہلال کے ثبوت میں بھی اختلاف ہوسکتا ہے۔ تجرید القدوری کے مصنف نے اسی کو ترجیح دی ہے جیسا کہ جب کچھ لوگوں کے یہاں آفتاب ڈھل جائے اور دوسروں کے یہاں غروب ہوجائے تو پہلے لوگوں پر ظہر ہے نہ کہ مغرب اس لیے کہ ان کے حق میں مغرب کا سبب متحقق نہیں ہوا ہے۔''

نیز اسی کے حاشیہ پر علامہ طحطاوی ؒ فرماتے ہیں:

"وَهُوَ الْأَشْبَهُ لِأَنَّ انْفِصَالَ الْهِلَالِ مِنْ شُعَاعِ الشَّمْسِ يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْأَقْطَارِ كَمَا فِي دُخُولِ الْوَقْتِ وَ خُرُوجِهِ وَ هَذَا مُثْبَتٌ فِي عِلْمِ الْأَفْلَاكِ وَالْهَيْئَةِ وَ أَقَلُّ مَا اخْتَلَفَ الْمَطَالِعُ مَسِيْرَةُ شَهْرٍ كَمَا فِي الْجَوَاهِرِ."

''یہی رائے زیادہ صحیح ہے، اس لیے کہ چاند کا سورج کی کرنوں سے خالی ہونا علاقوں کے بدلنے سے بدلتا رہتا ہے، جیسا کہ اوقات (نماز) کی آمد ورفت میں۔ اور یہ فلکیات اور علم ہئیت کے مطابق ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔ نیز کم سے کم جس سے اختلافِ مطالع واقع ہوتا ہے، وہ ایک ماہ کی مسافت ہے جیسا کہ ''جواہر'' نامی کتاب میں ہے۔''

فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

"أَهْلُ بَلْدَةٍ إِذَا رَأَوْا الْهِلَالَ هَلْ يَلْزَمُ فِي حَقِّ كُلِّ بَلْدَةٍ؟ أُخْتُلِفَ فِيهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ لَا يَلْزَمُ...... وَ

فِي الْقُدورِيِّ إِنْ كَانَ بَيْنَ الْبَلْدَتَيْنِ تَفاوُتٌ لا يَخْتَلِفُ بِهِ الْمَطَالِعُ ، يَلْزَمُهُ . "

''ایک شہروالے جب چاند دیکھ لیں تو کیا تمام شہروالوں کے حق میں رؤیت لازم ہوجائے گی؟ اس میں اختلاف ہے۔بعض لوگوں کی رائے ہے: لازم نہیں ہوگی......اورقدوری میں ہے کہ اگر دوشہروں کے درمیان ایسا تفاوت ہو کہ مطلع تبدیل نہ ہوتا ہوتو اس صورت میں رؤیت لازم ہوگی۔''

صاحبِ ہدایہ اپنی کتاب ''مختارات النوازل'' میں ان الفاظ میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں:

"أَهْلُ بَلْدَةٍ صَامُوا تِسْعَةٍ وَّعِشْرِينَ يَوْمًا بِالرُّؤْيَةِ وَ أَهْلُ بَلْدَةٍ أُخْرٰى صَامُوا ثَلَاثِينَ بِالرُّؤْيَةِ فَعَلَى الْأَوَّلَيْنَ قَضَاءُ يَوْمٍ إِذَا لَمْ يَخْتَلِفِ الْمَطَالِعُ بَيْنَهُمَا وَ أَمَّا إِذَا اخْتَلَفَتْ لَا يَجِبُ الْقَضَاءُ . "

''ایک شہروالوں نے رؤیتِ ہلال کے بعد 29 روزے رکھے اور دوسرے شہروالوں نے چاند دیکھنے ہی کی بناپر 30 روزے رکھے تو اگر ان شہروں میں مطلع کا اختلاف نہ ہوتو 29 روزے رکھنے والوں کو ایک دن کی قضا کرنی ہوگی۔ اور اگر دونوں شہروں کا مطلع جداگانہ ہوتو قضا کی ضرورت نہیں۔''

محدث علامہ زیلعی رحمہ اللہ نے کنزالدقائق کی شرح ''تبیین الحقائق'' میں اس پر تفصیل سے گفتگو فرمائی ہے۔انھوں نے اختلافِ مطالع کی بحث میں فقہاءِ احناف کا اختلاف نقل کرنے کے بعد خود جو فیصلہ کیا ہے، وہ یہ ہے:

"اَلْأَشْبَهُ أَنْ يُعْتَبَرَ لِأَنَّ كُلَّ قَوْمٍ مُخَاطَبُونَ بِمَا عِنْدَهُمْ وَانْفِصَالُ الْهِلَالِ عَنْ شُعَاعِ الشَّمْسِ يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْمَطَالِعِ كَمَا فِي دُخُولِ وَقْتِ الصَّلَاةِ وَ خُرُوجِهِ يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْأَقْطَارِ . "

''زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اختلافِ مطالع معتبر ہے، اس لیے کہ ہر جماعت اسی کی مخاطب ہوتی ہے جو اُس کو درپیش ہو اور چاند کا سورج کی کرنوں سے خالی ہونا مطالع کے اختلاف سے مختلف ہوتا رہتا ہے، جیسے نمازوں کے ابتدائی اور انتہائی اوقات علاقائی اختلاف کی بناپر مختلف ہوتے رہتے ہیں۔''

پھر اس موضوع پر مفصل بحث کرنے کے بعد علامہ لکھنوی نے جو جچا تلا فیصلہ کیا ہے، وہ انھی کے الفاظ میں نقل کیا جاتا ہے۔

''اصح المذاہب عقلا'' ونقلا'' ہمیں است کہ ہر دو بلدہ کہ فیما بین آنہا مسافتے باشد کہ دراں اختلافِ مطالع می شود وتقدیرش مسافت یک ماہ است، دریں صورت حکم رؤیت ایک بلدہ بہ بلدۂ دیگر نخواہد شد ودر بلادِ متقاربہ کہ مسافت کم از یک ماہ داشتہ باشند حکم رؤیت بلدہ بہ بلدۂ دیگر لازم خواہد شد۔''[مجموعة الفتاوی علی هامش خلاصة الفتاوی، جلد 1، ص: 256,255]

''عقل ونقل ہر دو لحاظ سے سب سے صحیح مسلک یہی ہے کہ ایسے دوشہر جن میں اتنا فاصلہ ہو کہ ان کے مطلع بدل جائیں جس کا اندازہ ایک ماہ کی مسافت سے کیا جاتا ہے۔اس میں ایک شہر کی رؤیت دوسرے شہر کے لیے معتبر نہیں ہونی چاہیے اور قریبی شہروں میں جن کے مابین ایک ماہ سے کم کی مسافت ہو ایک شہر میں رؤیت دوسرے شہر کے لیے لازم اور ضروری ہوگی۔''

راقم الحروف (مؤلف کتاب، خالد سیف اللہ رحمانی) کے خیال میں یہ رائے بہت معتدل، متوازن اور قرین عقل ہے، البتہ اختلافِ مطالع کی حد متعین کرنے میں ''ایک ماہ کی مسافت'' کی قید کی بجائے جدید ماہرین فلکیات کے حساب اور ان کی رائے پر اعتماد کیا جانا زیادہ مناسب ہوگا۔

مجلس تحقیقاتِ شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ، منعقدہ 3,2 مئی 1967ء کو مختلف مکاتبِ فکر کے علماء اور نمائندہ شخصیتوں نے مل کر اس مسئلہ کی بابت جو فیصلہ کیا تھا، وہ حسب ذیل ہے:

① ''نفس الامر میں پوری دنیا کا مطلع ایک نہیں بلکہ اختلافِ مطالع مسلم ہے۔ یہ ایک واقعاتی چیز ہے اس میں فقہائے کرام کا کوئی اختلاف نہیں ہے اور حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

② البتہ فقہاء اس باب میں مختلف ہیں کہ صوم اور افطارِ صوم کے

باب میں یہ اختلافِ مطلع معتبر ہے یا نہیں؟ محققین احناف اور علماءِ امت کی تصریحات اور ان کے دلائل کی روشنی میں مجلس کی متفقہ رائے ہے کہ ''بلادِ بعیدہ میں اس باب میں بھی اختلافِ مطلع معتبر ہے۔''

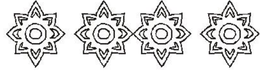
③ بلادِ بعیدہ سے مراد یہ ہے کہ ان میں باہم اس قدر دوری واقع ہو کہ عادتاً ان کی رؤیت میں ایک دن کا فرق ہوتا ہے۔ ایک شہر میں ایک دن پہلے چاند نظر آتا ہے اور دوسرے میں ایک دن کے بعد۔ ان بلادِ بعیدہ میں اگر ایک کی رؤیت دوسرے کے لیے لازم کر دی جائے تو مہینہ کسی جگہ 28 دن کا رہ جائے گا اور کسی جگہ 30 دن کا قرار پائے گا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے اسی قول کی تائید ہوتی ہے۔

④ بلادِ قریبہ وہ شہر ہیں جن کی رؤیت میں عادتاً ایک دن کا فرق نہیں پڑتا، ایک ماہ کی مسافت کی دوری جو تقریباً 500 یا 600 میل ہوتی ہے کو بلادِ بعیدہ قرار دیتے ہیں اور اس سے کم کو بلادِ قریبہ۔ مجلس اس سلسلہ میں ایک ایسے چارٹ کی ضرورت سمجھتی ہے جس سے معلوم ہو جائے کہ مطلع کتنی مسافت پر بدلتا ہے۔ اور کن کن ملکوں کا مطلع ایک ہے۔

ہندوستان و پاکستان کے بیشتر حصوں اور بعض قریبی ملکوں، مثلاً: نیپال وغیرہ کا مطلع ایک ہے۔ علماءِ ہندوپاک کا عمل ہمیشہ اسی پر رہا ہے اور غالباً تجربہ سے بھی یہی ثابت ہے۔ ان ملکوں کے شہروں میں اس قدر بعدِ مسافت نہیں ہے کہ مہینے میں ایک دن کا فرق پڑتا ہو۔ اس بنیاد پر اِن دونوں ملکوں میں جہاں بھی چاند دیکھا جائے، شرعی ثبوت کے بعد اس کا ماننا ان دونوں ملکوں کے تمام اہلِ شہر پر لازم ہوگا۔

⑥ مصر اور حجاز جیسے دور دراز ملکوں کا مطلع ہندوپاک کے مطلع سے علیحدہ ہے۔ یہاں کی رؤیت ان ملکوں کے لیے اور ان ملکوں کی رؤیت یہاں والوں کے لیے ہر حالت میں لازم اور قابلِ قبول نہیں ہے، اس لیے کہ اُن میں اور ہندوپاک میں اتنی دوری ہے کہ عموماً ایک دن کا فرق ان میں واقع ہو جاتا ہے اور بعض اوقات اس سے بھی زیادہ۔''

[جدید فقہی مسائل، جلد 1، ص: 89-94۔ تالیف: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (فاضل دیوبند) صدر مدرس دار العلوم سبیل السلام، حیدر آباد دکن (بھارت)]



مشاہیر نامہ

مکاتیب

مولانا عبدالوہاب خلجی (سابق ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہل حدیث، ہند)

بنام مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ

دہلی ۔۹۴۔۱۲۔۲۶

بقیة السلف استاد الاساتذہ گرامی قدر حضرت مولانا عبدالغفار حسن رحمانی صاحب

رکن اسلامی نظریاتی کونسل، پاکستان

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاتہٗ ......

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ اور آپ کے ابناء و احفاد بخیر و عافیت ہوں گے۔ شفقت نامہ ملا جس پر ۲۴ ر نومبر ۹۴ء کی ڈاکخانہ مہر لگی، جو میرے اور میرے اہل خانہ اور خاندان کے لیے باعث تسلی ہوا اور والد محترم کی وفات پر جو شدید صدمہ ہم نے سہا اس کے مندمل کرنے میں سہارا بنا۔ آپ جیسے مخلص و مشفق اور مہربانوں کی دعائیں ہمارے صبر کا سہارا ہیں...... ان کی وفات میرے لیے غیر معمولی تھی اور اس کے بعد تمام بےفکریاں ختم ہوگئیں...... آپ جیسے بزرگوں کی دعائیں ان کے بارے میں کلمات خیر تسلی کا ذریعہ ہیں۔ امید کہ دعا کا سلسلہ جاری رہے گا۔

اللهم اغفرله وارحمه واسكنه فسيحات جناتك ، آمين

میں نے اس سے قبل آں محترم کو کئی خطوط لکھے، جس کا جواب نہ پا کر مایوسی ہوئی۔ لیکن اس خط سے اندازہ ہوا کہ آپ کا پتا تبدیل ہوگیا اور آپ اسلام آباد منتقل ہوگئے۔ میں نومبر ۹۲ء میں آخری بار پاکستان آیا تھا اس وقت بھی دردولت پر فیصل آباد گیا تھا تو اس وقت اس بات کا علم ہوا تھا کہ آپ اسلام آباد میں ہیں لیکن مستقل رہائش کا علم نہ تھا۔

میں جماعتی کاموں میں مستقل طور پر مشغول ہوں۔ اور پوری ذمہ داری کے ساتھ اعزازی طور پر کام کر رہا ہوں۔ ہندوستان کے پریس اور اخبارات میں بھی جماعتی خبریں نمایاں آنے لگی ہیں جو مسلک سلف کے تعارف کا اہم ذریعہ...... غیر مسلکی جماعتوں اور مسلم تنظیموں میں بھی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا وقار قائم ہوا ہے۔ اور اسے ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ ہم نے سیاست میں قدم نہیں رکھا بلکہ تعلیمی اور علمی بنیادوں پر کام کا آغاز کیا ہے۔ دعوت کو سرفہرست رکھا ہے...... اس سلسلہ میں آپ کے مفید مشوروں کی ضرورت ہے۔

اس سال کے وسط میں ہم نے ایک کل علمائے اہل حدیث کانفرنس منعقد کی تھی۔ جس میں تین سو سے زائد ملک بھر سے علماء نے شرکت کی۔ اس میں ایک ''رابطہ علمائے اہل حدیث'' علمی بنیادوں پر ''مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند ایوارڈ'' کا اعلان بھی کیا۔ بعض اہم قرار دادیں منسلک ہذا ہیں۔

فیصل آباد کے پتے پر مستقل آپ کے نام اعزازی طور پر جریدہ ترجمان بھیجا جا تا رہا ہے...... نہ معلوم آپ کو ملتا تھا کہ نہیں...... اب اسلام آباد کا پتا لکھا دیا ہے ملنے پر مطلع کریں۔ اس سے آپ کو جماعتی خبروں کا اندازہ ہوتا رہے گا۔

ہم نے شیخ الحدیث علامہ عبیداللہ رحمانی مبارکپوری پر جریدہ ترجمان کے خصوصی نمبر کے لیے ایک خصوصی مضمون کی درخواست کی شاید وہ خط آپ کو نہ مل سکا۔ یہ نمبر آئندہ رمضان المبارک کے بعد شائع ہوگا۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ ایک مفصل مضمون جلد ہی بھجوانے کی زحمت فرمائیں گے۔

اسی طرح الاعتصام میں جو مضمون شائع ہو رہا ہے وہ بھی بھجوا دیں ہم اسے جریدہ ترجمان میں شائع کرنا چاہتے ہیں۔ اس کی بعض قسطیں ہمیں نہیں

ملیں ورنہ الاعتصام سے وہ مضمون مکمل ہو جاتا۔ بعض علماء نے ہمیں اس سلسلہ میں لکھا بھی۔ اسلام اور منصوبہ بندی پر آپ کا مضمون بھی جریدہ ترجمان میں شائع کیا جارہا ہے۔

شیخ الحدیث علامہ عبیداللہ رحمانی مبارکپوری کے فتاویٰ جات اور محدث میں آپ کے مختلف اداریوں کو کتابی شکل میں شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے ......شیخ الحدیث کے صاحب زادہ مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کو بھی اس سلسلہ میں لکھا ہے کہ وہ اس کی اشاعت کی اجازت دے دیں اور تعاون بھی فرمائیں......مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند ایک مستقل آدمی اپنے خرچہ پر ان کی معاونت کے لیے رکھ سکتی ہے۔

ایک اہم کام جو شروع ہو رہا ہے وہ مولانا امین اثری مبارکپوری کے نام شیخ الحدیث مبارکپوری کے ۴۸ خطوط کے مجموعہ کی اشاعت ہے۔ جو مولانا محمد امین اثری نے ترتیب کے بعد ہمارے سپرد کردیئے ہیں...... بہت اہم اور علمی خطوط ہیں علم کا خزانہ ہیں...... جو توقع ہے کہ ایک ماہ کے اندر چھپ کر منظر عام پر آجائیں گے۔ اس وقت کمپیوٹر پر کمپوزنگ ہو رہی ہے۔

اس مجموعہ خطوط میں اہمیت کے پیش نظر آپ کا ایک علمی اور وقیع خط بھی شامل ہے۔ طباعت کے بعد آپ کی خدمت میں ''مکاتیب رحمانی'' کا ایک نسخہ پیش کیا جائے گا۔

آپ کی بھی حضرت شیخ الحدیث مبارکپوری سے خط وکتابت ہوئی ہوگی۔ اور آپ کے پاس بھی ایک اچھا خاصا مجموعہ شیخ الحدیث کے خطوط کا ہوگا......اگر آپ وہ ہمیں مرحمت فرمادیں تو ایک خدمت، بڑا احسان ہوگا۔ ہم اسے شائع کریں گے۔ اس سلسلہ میں آپ کے جواب کا منتظر رہوں گا۔

مرعاۃ کا کام تو فی الحال رکا ہے۔ امید ہے کہ مولانا عبدالرحمٰن اور ڈاکٹر عبدالعزیز ابناء شیخ الحدیث اس کی تکمیل کریں گے۔ ڈاکٹر عبدالعزیز اس وقت مبارکپور میں ہیں جو جامعہ ام القریٰ مکہ سے دکتوراہ کرنے کے بعد یہاں پر مقیم ہیں......صحیح صورتِ حال معلومات کے بعد لکھوں گا......مرعاۃ کے بارے میں آپ کا پیغام بھیج دوں گا۔ ان شاءاللہ

غایۃ المقصود پر کام ہو رہا تھا۔ بلکہ مکمل ہوگیا تھا اور ریاض سعودی عرب میں اس کی کمپیوٹر پر کمپوزنگ ہوگئی تھی ......میرے دوست مولانا عبدالحمید نشاطی نے اس کی اشاعت اور طباعت کا بیڑا اٹھایا تھا......شاید یہ کتاب چھپ چکی ہے۔

بنارس میں سب خیریت ہے۔ اور جامعہ کا کام حسب مرام چل رہا ہے۔ میں جلد ہی یعنی پرسوں بنگال کے دورہ پر مالوہ......اور کلکتہ جارہا ہوں، واپسی پر بنارس رکوں گا......مزید تفصیلات سے واقف کراؤں گا......۳۸ سے ۴۸ تک محدث دہلی کے شمارے شاید بنارس ہی میں مل سکیں......معلومات کے بعد لکھوں گا۔ ان شاءاللہ

التوعیہ کا شیخ الحدیث نمبر ابھی شائع نہیں ہوسکا۔ شائع ہوگا تو بھجوادوں گا۔ باذن اللہ۔ دارالحدیث رحمانیہ......دہلی کی ہیئت وہی تھی لیکن چند سال قبل دارالحدیث ہال والے حصہ کو منہدم کر کے وہاں نئی عمارت بن گئی۔ جو دہلی وقف بورڈ نے بنوائی ہے۔ کیوں کہ ایک عرصہ ہوا دارالحدیث کے ہال کی چھت بارش میں گر گئی تھی...... بقیہ عمارت ویسے ہی قائم ہے......یہ اسکول دہلی وقف بورڈ کے زیر انتظام ہے۔ اور اس میں سرکاری نصاب کے مطابق ہائر سیکنڈری کی تعلیم جاری ہے......اور اسکول کا نام ''شفیق میموریل ہائر اسکینڈری اسکول'' ہے۔ سالوں میں کبھی ادھر سے گزر ہوتا ہے تو آہ نکلتی ہے۔ اور چند آنسو بہا کر آگے نکل جاتے ہیں۔

مالیر کوٹلہ میں بھی سب خیریت ہے تین ماہ کا عرصہ ہوگیا ادھر جا نہیں سکا۔ حکیم محمد بشیر اور حاجی عبدالرؤف صاحب سے ملاقات کے وقت آپ کا ذکر خیر آتا ہے۔ ملاقات پر خیریت کا خط لکھنے کی تاکید کروں گا۔

مالیر کوٹلہ میں تقسیم کے بعد دو سال قبل ''معہد الامام ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری'' کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا ہے۔ جو والد محترم کی تمنا تھی......ایک قطعہ اراضی بھی خرید لیا گیا ہے۔ فی الحال کرایہ کے مکان میں ہے۔

مولانا عبیداللہ رحمانی ٹونکی کی بڑی صاحبزادی مستقل کنیڈا میں رہتی ہیں۔ شوہر سعودی تعلیمی مشن میں کام کرتے تھے اچھے نیک آدمی ہیں۔ اب

صاحب فراش ہیں۔

بڑا لڑکا چارٹرڈ اکاونٹینٹ (C.A) ہے۔ اچھا نیک لڑکا ہے۔ جماعت تبلیغی کا اثر ہے اور عموماً چلوں میں رہتا ہے۔ اسی سال مولانا محمد یوسف سابق امیر جماعت اسلامی کی نواسی سے عقد نکاح ہوا۔ جس کا نام خالدہ ہے۔

دوسرا لڑکا سعود ہے کوئی ملازمت کر رہا ہے۔ کسی کتابیہ سے شادی کر لی ہے والدین سے رابطہ کم ہے...... چھوٹا لڑکا آصف ہے جو ابھی زیر تعلیم اور ماں کی تربیت میں ہے۔ ایک بچی رعنا ہے جس کی نیکی اور دینداری کی وجہ سے طلاق ہوگئی۔ ملازمت کرتی ہے اس کے لیے دعا فرمائیں......ان کی بڑی لڑکی نفیسہ ایک موحدہ خاتون ہیں۔

دوسری لڑکی نسیم شاکر ہیں۔ جو الجمعیہ کے سابق ایڈیٹر مولانا محمد عفان فارقلیط کے برادر جناب محمد سلیمان صابر جو خود بھی ایک اچھے صحافی ہیں کی بہو ہیں۔ ان کے شوہر دہلی کے بجلی محکمہ ڈیو میں بڑے انجینئر ہیں بہت صلاحیتوں کے مالک ہیں محمد صلاح الدین شاکر نام ہے......خود آپا نسیم شاکر بھی ایک باصلاحیت سلیقہ شعار محنتی سنجیدہ خوش طبع خاتون ہیں۔ ایک سرکاری لڑکیوں کے اسکول میں سینئر معلّمہ ہیں......ان کی اولاد میں تین بچیاں ہیں......دو بڑی بچیاں سلیقہ منداور نیک ہیں دونوں کالج میں پڑھتی ہیں......ان کے لیے اولادِ نرینہ کے لیے دعا کی درخواست ہے۔

تیسری بچی شمع بصیر ہیں۔ جن کی شادی پیلی بھیت میں ایک بدعتی گھرانے میں ہوئی ہے۔ خسر ایک بڑے شاعر اور ادیب وکیل ہیں......شوہر عبدالبصیر نعیمی وکالت کر رہے ہیں۔

یہ ایک خاموش مبلغہ ہیں۔ پورے ضلع میں یہ دوسری ایک اہل حدیث فرد تھیں ایک مولانا عبدالودود رحمانی ہیں......اور دوسری یہ خود سسرال میں کافر ہونے کا فتویٰ لگا کر مگر پوری جرأت وموحدانہ ہمت سے کام لیا......سسر اور شوہر کو ہمنوا بنایا خاندان میں بہت سارے لوگوں کو موحد بنایا اور اعتدال پیدا کیا......مزید اثرات کے لیے ایک اسکول قائم کیا جس کے پورے معاشرے پر اچھے اثرات قائم ہو رہے ہیں۔

ان کی دو بچیاں چھوٹی ہیں اور زیر تعلیم ہیں۔ بڑا لڑکا وامق بصیر طب پڑھ رہا ہے پختہ موحد اور اہل حدیث ہے۔ بریلوی حضرات سے مسائل پر جرح کرتا ہے۔

چوتھی بچی نرگس سلطانہ ہے...... یہ خاتون خانہ ہے اچھی تعلیم یافتہ اور حافظ قرآن ہیں۔ رمضان میں میری اہلیہ کی طرح قرآنی سناتی ہیں......ان کی بھی ایک بچی ہے۔ ان کے شوہر حافظ ارشد علی کڑھائی کے علاوہ کپڑے کی تجارت کرتے ہیں۔ بہت سنجیدہ صاحب فہم اور معاملات پر گہری نظر رکھنے والے، دینی کاموں میں حصہ لیتے ہیں۔

ایک لے پالک بچی کراچی میں ہے۔ جس کی تین سال قبل شادی ہوئی ہے جس کے دو لڑکے ہیں اور رشتہ دار موحد گھرانے میں ہے ان کے خسر محمد اسماعیل صاحب حاجی محمد ابراہیم ٹونکی کے لڑکے ہیں۔

آپ نے جس پیرانہ سالی کے اندر ایک تفصیلی خط لکھا اور میری حوصلہ افزائی فرمائی۔ میرا بھی فرض تھا کہ میں تفصیل کے ساتھ جواب لکھوں۔ اگرچہ وہ طویل ہوگیا۔ لیکن آپ کے خط کا مکمل جواب ہے۔ میں اس کے جواب گرامی کا منتظر رہوں گا......

آپ کی بہو میمونہ ثروت بچے عائشہ، اسماء، محمد، عالیہ، عفیفہ اور عبیداللہ سلام کے ساتھ دعاؤں کی درخواست کرتے ہیں۔

اس وقت دیوبند کے عثمانی خاندان کے چشم و چراغ ایک معروف ادیب اور جامعہ ملیہ اسلامیہ کے لیکچرر ڈاکٹر شمس الحق عثمانی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے نائب امیر ہیں۔ غائبانہ عقیدت کے ساتھ سلام خلوص عرض کرتے ہیں اور دعا کے متمنی ہیں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

طالب دعا عبدالوہاب خلجی